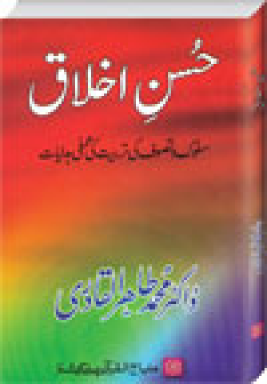

حسن اخلاق
ڈاکٹر محمد طاہر القادری

حُسنِ اخلاق

سلوک و تصوف کی تربیت کی عملی ہدایت

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

www.MinhajBooks.com

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514 ، 5169111-3

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حسنِ اخلاق
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد زبیر قادری
تحقیق و تخریج	:	حافظ محمد اعظم قادری
کمپوزنگ	:	عبدالخالق بلتستانی
زیرِاہتمام	:	فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ www.Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعت اول تا چہارم	:	7200
اِشاعت پنجم	:	ستمبر 2003ء 1100
اِشاعت ششم	:	اپریل 2004ء 1100
اِشاعت ہفتم	:	مارچ 2005ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَــوْلَایَ صَــلِّ وَ سَــلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فَھُــوَ الَّــذِیْ تَــمَّ مَـعْنَاہُ وَ صُوْرَتُـہٗ

ثُــمَّ اصْـطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

www.MinhajBooks.com

﴿صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
باب ۱	**اخلاق**	
۱	اخلاق کا مفہوم	
۲	حسن خلق	
۳	اخلاق نبوی ﷺ	
۴	واقعہ شق صدر	
۵	حضور ﷺ کی بشری تخلیق	
۶	خلق نبوی صوفیاء کی نظر میں	
۷	خلق عظیم کیا ہے؟	
۸	خدائی اخلاق	
۹	بنیادی اخلاق	
۱۰	حسن اخلاق کی فضیلت	
	اخلاق صوفیاء کرام	۲۴
۱۱	اصلاحِ نفس کیسے ہوتی ہے؟	
۱۲	اخلاقی ہدایات	
باب ۲	**تواضع**	
۱	تواضع کا معنی اور مفہوم	
۲	تواضع کے پیکر رسول کریم ﷺ	
۳	تواضع صوفیاء کی نظر میں	

www.MinhajBooks.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴	خود پسندی سے نجات	
۵	سرکشی کا علاج	
۶	غرور و تکبر کی مذمت	
۷	غرور اور خودداری	
باب ۳	**اخوت**	
۱	اخوت کا معنی و مفہوم	
۲	باہم اخوت وصف صوفیاء ہے	
۳	اخوت کے حقوق و آداب	
۴	باہمی تعاون	
۵	روحانی محبت	
۶	ذکر خیر	
۱۰	مصیبت سے بچانا	
۱۱	اخوت کے حقوق و شرائط	
۱۲	دوستی	
۱۳	مخلصانہ محبت کی علامات	
۱۴	آداب اخوت	
۱۵	ذاتی ملکیت کی نفی	
۱۶	اہل فضل کے قدردان	

www.MinhajBooks.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۷	عدل وانصاف	
۱۸	وفاداری	
۱۹	شفقت وہمدردی	
۲۰	بے تکلفی	
۲۱	عیب پوشی	
۲۲	خاطر مدارت	
۲۳	مساکین سے محبت	
۲۴	مولی کی رضا	
باب ۴	**اللہ کے لئے محبت اور دوستی**	
۱	دوستی پیدا کرنا سنت رسول ﷺ	
۲	امداد کرنا	
۳	غم خواری	
۴	الحب فی اللہ کہنا کب مناسب ہے	
۵	دوستی کے حقوق	
۶	دوست کی خواہشات کا احترام	
۷	امام شافعیؒ کا قول	
۸	دوستی پر بھروسہ	
۹	احسان کرنا	

www.MinhajBooks.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۰	دوست کی ضرورت کو پورا کرنا	
۱۱	محبت فی اللہ	
۱۲	عبداللہ بن عمرؓ کا فرمان	
۱۳	دوستی میں ظاہر و باطن کی موافقت	
۱۴	سچی دوستی کی شرط	
۱۵	محبت فی اللہ دنیاوی اغراض سے بالاتر	
باب ۵	**عفو و درگزر**	
	عفو کا معنی و مفہوم	
۱	عفو و درگزر کی فضیلت	
۲	خوش باش اور ہنس مکھ چہرے	
۳	ظرافت و مزاح میں اعتدال	
۴	ظرافت اور مزاح میں فرق	
باب ٦	**سادگی اور بے تکلفی**	
۱	سادگی سنت صالحین	
۲	فحش کلامی علامت نفاق	
	قناعت باعث خودداری ہے	
۳	قناعت سے تونگری کا حصول	
۴	محسن کی شکرگزاری	

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
باب ۷	سخاوت	
۱	ذات مصطفیٰ ﷺ اور جود وسخا	
۲	پیکر جود وسخا اصحاب رسول ﷺ	
۳	ابوسہل معلوکی کے ہاں خیرات دینے کا طریقہ	
۴	سخاوت مروت	
۵	احسان کا مفہوم اور فضیلت	
باب ۸	مدارات	
۱	حسن مدارات سے نفس کی حدت طیش کا ازالہ	
۲	زاہد کی علامت	
۳	دوست کی مصیبت پر خوشی عداوت کی علامت	
باب ۹	تحمل و بُردباری	
	مومن مومن کا آئینہ ہے	
۱	نوجوانوں کو خدمت پر مامور کرنا	
۲	شیطانی حملے اور صوفیاء کا ردعمل	
باب ۱۰	مسلمان کی عزت و تعظیم	
۱	بکر بن عبداللہؒ کا قول	
۲	یحییٰ بن معاذؒ کا فرمان	
۳	والدین کی خدمت نفلی عبادات سے بہتر	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	یحیٰ بن معاذ کا قول	
۴	خوش مزاج اور شیریں زباں ہمسایہ	
۵	ابوعبداللہ انطاکی کا قول	
۶	گنہگاروں پر شفقت	
۷	دوسروں کی مصیبت پر رنج وملال	
۸	ابدال کی علامت	

www.MinhajBooks.com

باب:۱

اخلاق

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

اخلاق کا مفہوم

اخلاق خُلق سے ہے جس کے معنی پختہ عادت کے ہیں۔

اصطلاحاً خُلق سے مراد وہ اوصاف ہیں جو کسی کی فطرت وطبیعت کا اس طرح لازمی جزو بن جائیں کہ زیادہ غور وفکر کے بغیر روزمرہ کی زندگی میں ان کا ظہور ہوتا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک خُلق انسان کی اس کیفیت کا نام ہے جو اس کی طبیعت کے مختلف اوصاف وکمالات کو جدوجہد کر کے اپنی طرف راجع کرے۔

امام غزالیؒ کے نزدیک خُلق انسان کی ایسی کیفیت اور ہیئتِ راسخہ کا نام ہے، جس کی وجہ سے بغیر کسی فکر وتوجہ کے نفس سے اعمال سرزد ہوں۔

ملا جلال الدین دوانیؒ فرماتے ہیں ”جب افعال کسی فکر وتردد کے بغیر نفس سے سرزد ہونے لگیں تو اس کیفیت کو خُلق سے تعبیر کرتے ہیں۔“

حسنِ خُلق

اخلاق نبوی سے متصف صوفیاء کرامؒ اتباع رسول ﷺ کا وہ عظیم پیکر ہیں، جنہوں نے سنت رسول ﷺ کو زندہ کیا۔ انہوں نے اپنے ابتدائی زمانے میں حضور ﷺ

کے اقوال پر عمل کیا اور اپنی روحانی زندگی کے درمیانی زمانے میں آپ ﷺ کے اعمال کی اقتداء کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں اخلاق نبوی ﷺ اچھی طرح راسخ ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا'' اے میرے فرزند! اگر تم سے ہو سکے تو تم صبح و شام ایسی زندگی بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل نہ ہو۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''یہی میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا درحقیقت اس نے مجھے زندہ کیا اور وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''
لہٰذا اخلاق کی اصلاح اسی وقت ہی ممکن ہے، جب تزکیہ نفس ہو اور نفس کا تزکیہ اس وقت ہوتا ہے، جب شریعت کی قیادت کو دل و جان کے ساتھ تسلیم کر لیا جائے۔

اخلاق نبوی ﷺ

حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی ذات اِخلاق عالیہ کا وہ پیکرِ اتم تھی، جس کی نظیر پورے عالم میں نہیں مل سکتی۔ حضور ﷺ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے، آپ ﷺ کے پاس کوئی درہم و دینار باقی نہیں رہتا تھا۔ اگر کوئی رقم بچ جاتی اور کوئی آدمی ایسا نہ ملتا، جسے وہ رقم دے سکیں اور رات ہو جاتی تو آپ ﷺ اس وقت تک گھر جا کر آرام نہیں فرماتے تھے، جب تک اسے خرچ نہ کر لیتے۔ آپ ﷺ کی عام غذا چھوارے اور جو تھی، اس کے علاوہ جو کچھ ہوتا، اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے، جوتے گانٹھ لیتے، کپڑوں پر پیوند لگا لیتے، گھر والوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔

حضور ﷺ کے خُلق عظیم کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍO	اور یقیناً آپ ﷺ کا خلق عظیم الشان ہے۔
(القلم ۶۸:۴)	

چونکہ آپ ﷺ مخلوقِ خدا میں افضل اور پاکیزہ ترین انسان تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کے اخلاق بھی اعلیٰ اور افضل تھے۔ حضرت مجاہدؒ نے خُلق کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''آپ ﷺ میں اعلیٰ دینداری تھی اور دین اچھے کاموں اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ ہے۔'' حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

قالت فان خلق نبی اللہ ﷺ کان القرآن۔ — آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم ہے۔

(صحیح مسلم،۱:۲۵۶، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل، رقم:۷۴۶)

حضرت قتادہؒ نے فرمایا 'خُلق' سے مراد یہاں یہ ہے کہ آپ ﷺ قرآن کریم کے احکام پر عمل کرتے تھے، وہ کام جو خدا تعالیٰ نے منع کر رکھے تھے وہ نہیں کیا کرتے تھے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اس قول کی تشریح یہ ہے کہ نفوس کی فطرت میں مختلف قسم کے مزاج اور طبیعتیں رکھی گئی ہیں، جو ان کا ضروری حصہ ہیں۔ کچھ نفوس کی تخلیق مٹی سے ہوئی، کچھ کی پانی سے، اس لئے ان کے طبائع مختلف ہیں۔ اسی طرح کچھ نفوس سیاہ گارے اور کچھ کھنکھناتی ہوئی پختہ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہی کے مطابق ان کی پیدائش کے ابتدائی حصے میں ان میں حیوانیت و درندگی اور شیطانیت کے مختلف اوصاف ودیعت کئے گئے ہیں۔ انسان میں اسی صفت کی طرف اشارہ کر کے قرآن حکیم میں یہ فرمایا گیا ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ O وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ O (الرحمٰن،۵۵:۱۴)

اسی نے انسان کو مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

چونکہ ٹھیکرے میں آگ کا دخل ہے' اس لئے شیطان کی آگ کا اثر اس میں بھی موجود ہے' مگر خدا تعالیٰ نے اپنی مخفی لطف و عنایت سے حضور ﷺ کے نفس مبارک سے شیطانی اثر کو شروع ہی سے زائل کر دیا تھا جیسا کہ حلیمہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی روایت میں مذکور ہے۔

واقعہ شق صدر

وہ فرماتی ہیں ''ہم گھروں کے پیچھے تھے اور حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہماری بھیڑ بکریوں میں موجود تھے کہ اچانک آپ ﷺ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا: ہمارے قریشی بھائی کے پاس دو مرد سفید لباس پہنے ہوئے آئے' انہوں نے اسے لٹا کر اس کا پیٹ چاک کیا' اس پر میں اور میرا باپ دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے تو ہم نے اسے کھڑا پایا' مگر اس کا رنگ متغیر تھا' میرے باپ نے اسے گلے لگا کر کہا اے میرے بیٹے تمہیں کیا ہوا؟ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس دو آدمی آئے' جو سفید لباس میں ملبوس تھے انہوں نے مجھے لٹا کر میرا سینہ مبارک چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی' پھر اسے ویسا ہی کر دیا جیسا وہ پہلے تھا۔ اس کے بعد ہم انہیں اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ ان کے باپ نے کہا اے حلیمہ رضی اللہ عنہا! مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اس بیٹے کو آسیب نہ ہو جائے' اس سے پہلے کہ وہ چیز نمودار ہو جس کا ہمیں اندیشہ ہے ہمیں چاہئے کہ ہم اسے لے جا کر اس کے گھر والوں کو واپس کر دیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم آپ ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس لے گئے تو وہ گھبرا کر کہنے لگیں ''تم کیوں اسے واپس لے آئے' تمہیں تو اسے اپنے پاس رکھنے کا بہت شوق تھا۔'' ہم نے کہا ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تاہم خداوند تعالیٰ نے ہم سے اس کا حق ادا کرا دیا اور ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی' چونکہ ہمیں اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے ہم نے چاہا کہ ہم اس کو اس کے گھر

والوں کے پاس لوٹا دیں۔ آپ ﷺ کی والدہ نے فرمایا ''اصل بات کیا ہے مجھے صحیح صحیح بتا دو۔'' چنانچہ ان کے بے حد اصرار پر ہم نے اصل واقعہ انہیں بیان کر دیا۔

وہ فرمانے لگیں ''تمہیں جناتی سایہ ہے۔'' خدا کی قسم! شیطان اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا' میرے بیٹے کی شان جلد ظاہر ہونے والی ہے' کیا تمہیں اس کا حال بتاؤں؟'' ہم نے کہا ضرور۔ وہ کہنے لگیں ''جب میں امید سے تھی تو میں نے خواب دیکھا' گویا میرے اندر سے ایک نور برآمد ہوا' جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔'' اس کے بعد جب وہ پیدا ہوئے تو وہ اپنے ہاتھوں کے سہارے پر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے' بہر حال تم اسے یہاں چھوڑ جاؤ۔''

۱۔ (صحیح المسلم' ۱:۹۲' کتاب الایمان' رقم: ۱۶۲)

۲۔ (مسند احمد بن حنبل' ۳:۱۴۹)

حضور ﷺ کی بشری تخلیق

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے قلبِ انور سے شیطانی اثر زائل کر دیا تو آپ ﷺ کا پاکیزہ نفس ان تمام بشری صفات سے کلیتہً پاک و صاف ہو گیا' جن کی بنیاد ظلمت اور تاریکی پر ہے۔ چنانچہ اس طرح آپ ﷺ کے حال اور امت کے حال میں بہت بڑا فرق ہو گیا۔ وہ صفات جو آپ ﷺ میں باقی تھیں' جب ان کا ظہور ہوا تو انہیں وحی اور آیاتِ قرآنیہ سے امداد ملی' تا کہ بشری صفات کا قلع قمع ہو اور ذاتی محمدی ﷺ الوہی اخلاق سے بہریاب ہو جائے۔ یہ آپ ﷺ کے لئے خاص رحمت اور امت کے لئے عام رحمت الٰہی تھی کہ مختلف صفات کے ظہور پر مختلف اوقات میں آیات نازل ہوئیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا لَوْ لَا نُزِلَ عَلَیْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا

(الفرقان، ۲۵:۳۲)

اور کافر کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر قرآن ایک ہی (یکجا کر کے) کیوں نہیں اتارا گیا یوں (تھوڑا تھوڑا کر کے اسے تدریجاً اس لئے اتارا گیا ہے) تاکہ ہم اس سے آپ کے قلب (اطہر) کو قوت بخشیں اور (اسی وجہ سے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔

چونکہ قلب اور نفس کے باہمی تعلق کی وجہ سے بشری صفات کے نمودار ہونے پر نفس کی حرکت سے اضطراب پیدا ہوتا ہے، اس اضطراب کو دور کرنے کے لئے دل کو مضبوط کیا جاتا ہے، چنانچہ ہر اضطراب کے موقع پر کسی نہ کسی بشری خلق کو دور کر کے اس کی جگہ الوہی خلق عطا کرنے کے لئے ایک آیت نازل ہوتی تھی، جس میں اس کا ذکر صراحتاً یا اشارۃً کیا جاتا تھا۔

جنگِ احد کے موقع پر جب آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خون بہنے لگا تو آپ ﷺ کے نفس مبارک میں حرکت پیدا ہوئی اور آپ ﷺ نے خون پونچھتے ہوئے فرمایا "وہ قوم کیسے فلاح پا سکے گی جس نے اپنے پیغمبر کے چہرے کو خون آلود کر دیا، حالانکہ وہ انہیں ان کے پروردگار کی طرف بلا رہا تھا۔"[1] اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ ۝

(آل عمران، ۳:۱۲۸)

(اے حبیب! اب) آپ کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔

---

[1] ا۔ صحیح المسلم، ۲:۱۰۸، کتاب الجهاد، باب غزوہ احد، رقم حدیث: ۱۷۹۱

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد قلبِ نبوی ﷺ نے لباسِ صبر زیبِ تن کرلیا اور اضطراب کے بعد اسے قرار آ گیا اور آپ ﷺ نے فوراً ارشاد فرمایا ''جو شخص آج میرے پاس پلٹ آئے گا اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں'' چونکہ قرآنی آیات ان صفات کے نمودار ہونے پر مختلف اوقات میں نازل ہوئیں' اس وجہ سے اخلاقِ نبویہ ﷺ کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ کیا گیا' تاکہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا قرآن کریم سے پتہ چل سکے۔ اس طرح پورا قرآن حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان بن گیا ہے۔ یہ صفات آپ ﷺ کے اندر اس لئے باقی رکھی گئیں تاکہ آپ ﷺ کے اس قول مبارک کی تشریح ہو سکے۔

إنی لأنسی او أنسی لأ سن۔ میں اس لئے بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں اپنی سنت قائم کروں۔

(المؤطا' ۱:۱۰۰' کتاب السہو' باب العمل فی السہو)

لہذا آیات قرآنیہ کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی صفات نفس کا ظہور اس لئے ہوتا ہے کہ امت کی اصلاح ہو سکے' جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا' 'خدا کے پاس اخلاق کا خزانہ جمع ہے' جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے یہ عنایت فرماتا ہے۔'' حضور ﷺ نے مزید فرمایا:

بعثت لا تمم حسن الا خلاق میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ شریفانہ اخلاق کی تکمیل کروں۔

(المؤطا' ۲:۹۰۴' کتاب حسن الخلق' باب ماجاء فی حسن الخلق)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے' 'اللہ تعالیٰ کے ایک سو سے زیادہ اخلاق ہیں' اگر وہ ان میں سے ایک بھی کسی کو عطا فرمائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کا شمار و اندازہ آسمانی وحی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ خداوند قدوس نے اپنے صفاتی اسماء اپنی مخلوق پر اس لئے ظاہر کئے ہیں کہ وہ انہیں اس کی طرف دعوت دیتا ہے اور اگر وہ قوائے انسانی میں اخلاق

خداوندی سے متصف ہونے کی صلاحیت ودیعت نہ کرتا تو انہیں اس کی دعوت نہ دی جاتی' کیونکہ یہ وہ رحمتِ خداوندی ہے' جو وہ اپنے مخصوص بندوں کو عنایت کرتا ہے۔''

بہر حال اس وضاحت کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو فرمایا ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا آئینہ قرآن کریم ہے اور یہی خدائی اخلاق کا خزانہ ہے۔'' اس میں بہت سے راز مضمر ہیں اور اخلاقِ ربانیہ کی طرف مخفی اشارہ ہے' انہیں بارگاہ خداوندی سے شرم محسوس ہوئی کہ وہ یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے اخلاق سے متصف ہیں۔ لہذا انہوں نے فرمایا کہ آپ کے اخلاق کا آئینہ قرآن کریم ہے۔ انہیں انوار وجلالِ الٰہی سے شرم محسوس ہوئی۔ اس لئے انہوں نے لطیف بیانی سے حقیقت حال کو پوشیدہ رکھا۔ یہ ان کی وسعتِ علم اور ادب کا ثبوت ہے۔'' بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ بالا قول اور اس کی تشریح کی روشنی میں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل دونوں آیات کا باہمی ربط واضح ہو جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ○
(الحجر ۱۵: ۸۷)

اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں (یعنی سورۃ فاتحہ) اور بڑی عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے۔

خُلقِ نبوی (صوفیاء کی نظر میں)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے' کیونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔''

شیخ واسطیؒ فرماتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جہانوں کو خدا کے بدلے قربان کر دیا۔'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخلوق کے ساتھ خوش اخلاقی کا تعلق تھا اور

ان کا خالق کے ساتھ قلبی وروحانی تعلق تھا بعض صوفیا نے تصوف کا بھی یہی مفہوم بتایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا رویہ ہو اور حق تعالیٰ کے ساتھ صداقت کا تعلق ہو، آپ ﷺ کے اخلاق اتنے اعلیٰ تھے کہ تمام کائنات خالقِ کائنات کے مشاہدہ کے مقابلے میں ہیچ نظر آنے لگی تھی۔ آپ ﷺ کے اخلاق کو عظیم اس لئے فرمایا گیا کہ تمام شریفانہ اخلاق اس میں جمع ہو گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی خوش اخلاقی کی تعلیم دی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ: إن من احبکم إلی و أقربکم منی مجلسا یوم القیامة، أحاسنکم اخلاقا، و إن أبغضکم إلی و أبعدکم منی الثرثارون والمتشرقون۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے وہی شخص مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہی میری مجلس کے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق بہتر ہوں گے اور تم میں سے وہ شخص مجھے ناپسند ہے اور وہی قیامت کے دن میری محفل سے دور ہوگا، جو زیادہ باتیں کرتا ہو، گلہ پھاڑ کر لمبی گفتگو کرے اور متکبر بھی ہو۔

۱۔ (جامع الترمذی، ۲:۲۲، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معانی الاخلاق، رقم: ۲۰۱۸)

۲۔ (مسند احمد بن حنبل، ۲:۱۸۹)

خُلقِ عظیم کیا ہے؟

شیخ واسطیؒ فرماتے ہیں خُلق عظیم کا مفہوم یہ ہے کہ نہ کسی کے ساتھ جھگڑا کیا جائے اور نہ اس کے ساتھ کوئی جھگڑا کرے۔

آپ ﷺ کے لئے خُلقِ عظیم کا جو لفظ قرآن پاک میں آیا ہے، اس کی وجہ یہ

ہے کہ آپ اپنے باطن میں مشاہدۂ حق کی حلاوت محسوس کرتے تھے' اور آپ ﷺ نے دوسرے پیغمبروں سے زیادہ خدا کی نعمتوں کو قبول کر کے ان سے فائدہ اٹھایا۔

شیخ حسینؒ کا قول ہے آپ ﷺ کے اخلاق اس لئے عظیم تھے کہ مشاہدۂ حق کی وجہ سے مخلوق کی بدسلوکی نے آپ ﷺ پر کچھ اثر نہیں کیا۔

کچھ بزرگوں کے نزدیک خُلقِ عظیم سے مراد تقویٰ کے لباس کو زیب تن کرنا اور خدا کے اخلاق کو اختیار کرنا ہے۔

بعض بزرگوں کے نزدیک یہ ہے کہ جسے خُلقِ عظیم عطا ہوں اسے اعلیٰ مقامات ملتے ہیں' کیونکہ مقامات کا تعلق عام ہے اور اخلاق کا تعلق صفات و عادات کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ خُلقِ عظیم میں سخاوت' الفت' نصیحت اور شفقت' یہ چار اوصاف جمع ہوتے ہیں۔

شیخ ابن عطارؒ کے نزدیک خُلقِ عظیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو کوئی اختیار حاصل نہیں تھا' یعنی آپ ﷺ نے اپنے نفس اور خواہشات کو فنا کر دیا تھا اور آپ ﷺ خدا کے حکم کے ماتحت تھے۔

خدائی اخلاق

شیخ ابوسعید القرشیؒ کا قول ہے: عظیم خدا کی ذات ہے اور اس کے اخلاق میں سخاوت' کرم' درگذر' معافی اور احسان کے اوصاف شامل ہیں۔

اور جب حضور ﷺ اخلاقِ خداوندی کے ساتھ متصف ہو گئے تو خدا نے آپ کے عظیم اخلاق کی قرآن کریم میں تعریف کی۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کو عظیم اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ ذاتِ حق تک پہنچ گئے۔ جب آپ کو حجاز میں مبعوث کیا گیا تو آپ ﷺ کو دنیوی لذتوں اور خواہشوں سے روک دیا گیا' یہاں تک کہ آپ کو غربت اور

تکالیف میں مبتلا کر دیا گیا اور جب آپ ﷺ اخلاق کی آلائشوں سے پاک صاف ہو گئے تو پھر آپ کے خُلقِ عظیم کا اعتراف کیا گیا۔

بنیادی اخلاق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا شریفانہ اخلاق دس ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ اخلاق باپ میں موجود ہوں اور بیٹے میں نہ ہوں۔ بیٹے میں موجود ہوں اور باپ میں نہ ہوں، غلام میں ہوں اور آقا میں نہ ہوں یا آقا میں ہوں اور غلام میں نہ ہوں، وہ دس اخلاق یہ ہیں:

(۱) سچ بولنا، (۲) دنیا سے قطعی ناامیدی، (۳) سائل پر بخشش کرنا، (۴) پڑوسی یا دوست بھوکے ہوں تو خود پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے، (۵) احسانات کا بدلہ دینا، (۶) امانت داری، (۷) صلہ رحمی، (۸) دوست کے حقوق ادا کرنا، (۹) مہمان نوازی، (۱۰) حیاء کرنا۔

حسن اخلاق کی فضیلت

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال سئل رسول الله ﷺ عن اكثر ما يلج به الناس الجنة قال تقوى الله و حسن الخلق و سئل عن اكثر ما يدخل الناس النار فقال الفم والفرج

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا وہ کون سے اعمال ہیں جن کی بدولت اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تقویٰ اور حسن اخلاق پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کن چیزوں کی بدولت لوگ زیادہ دوزخ میں جائیں گے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا: منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے۔

۱۔(مسند احمد بن حنبل، ۲:۳۹۲، ۴۴۲)

۲۔(جامع الترمذی، ۲:۲۱، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی حسن الخلق، رقم:۲۰۰۴)

حضرت عبد اللہ بن مبارک نے حسن خلق کی تشریح میں فرمایا:

انه وصف حسن الخلق فقال: هو بسط الوجه و بذل المعروف و كف الاذى۔

(جامع الترمذی، ۲: ۲۱، کتاب البر والصلۃ، باب حسن الخلق، رقم: ۲۰۰۵)

حسن خلق سے مراد یہ ہے کہ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا جائے، نیک کام کیے جائیں اور لوگوں کو اذیت نہ پہنچائی جائے۔

اخلاقِ صوفیاء کرام

صوفیاء کرام مجاہدات و ریاضت کے ذریعے اپنے نفوس کی اس طرح اصلاح کرتے کہ ان کے اخلاق بہتر ہو جاتے مگر بعض افراد ایسے ہیں، جو عمل کرتے ہیں مگر اپنے اخلاق نہیں سنوارتے اور کچھ زاہد انسان بعض اخلاق کے پابند ہیں، مگر بعض اخلاق کو ترک کر دیتے ہیں، جبکہ صوفیاء کی جماعت تمام شریفانہ اخلاق کی پابندی کرتی ہے۔

شیخ ابوبکر الکتانیؒ کا قول ہے: تصوف سراپا اخلاق ہے، جس نے کسی خُلق کا اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا۔

بہرحال عام مسلمان نیک کام کرتے ہیں اور اسلام کی روشنی میں چلتے ہیں۔ زاہدوں کی جماعت بعض اخلاق اختیار کرتی ہے، کیونکہ وہ ایمان کی روشنی میں گامزن ہیں، جبکہ صوفیاء مقربینِ بارگاہ ہیں، وہ احسان کے نور کے مطابق عمل پیرا ہیں، چنانچہ جب اہل قرب اور صوفیاء کے باطن میں نورِ یقین سرایت کر جاتا ہے اور وہ ان کے اندرونِ قلب میں راسخ ہو جاتا ہے تو قلب کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھتا ہے، اس طرح قلب کا کوئی گوشہ نورِ اسلام سے اور کوئی گوشہ نورِ ایمان سے منور ہو جاتا ہے، مگر نورِ احسان و ایقان سے قلب کے تمام گوشے روشن ہو جاتے ہیں۔

اصلاحِ نفس کیسے ہوتی ہے؟

جب قلب سراپا نور بن جاتا ہے تو اس کے نور کا عکس نفس پر پڑتا ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ قلب کا ایک رخ نفس کی طرف اور دوسرا رخ روح کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح نفس کے بھی دو رخ ہوتے ہیں' اس کا ایک رخ قلب کی طرف اور دوسرا رخ طبیعت اور جبلت کی طرف ہے' جب تک قلب بالکل روشن نہیں ہوتا' اس وقت تک وہ مکمل طور پر روح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی دورخی پالیسی ہوتی ہے' ایک رخ روح کی طرف اور دوسرا رخ نفس کی طرف ہوتا ہے' مگر جب وہ سراپا نور بن جاتا ہے تو اس وقت اس کی پوری توجہ روح کی طرف ہو جاتی ہے' اور روحانی امداد سے اس کے اشراق و نور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قدر قلب کی کشش روح کی طرف ہوتی جاتی ہے' اسی قدر نفس کی کشش بھی قلب کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس کشش کی بدولت قلب کی توجہ سے اس کا وہ رخ نورانی بن جاتا ہے' جو قلب کے قریب ہوتا ہے اس کے نورانی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اس وقت نفس کو سکون و اطمینان ہوتا ہے' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

يَآَيَّهُا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِيۡ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةًO (الفجر' ۸۹:۲۷.۲۸)	اے وہ نفس جس نے اطمینان حاصل کر لیا تو اپنے رب کی طرف واپس چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

قلب کے قریبی رخ کے نورانی ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صدف (سیپی) کا ایک رخ موتی کی چمک سے روشن ہو جائے' مگر اس رخ کی وجہ سے جو طبیعت اور جبلت کے قریب ہے' نفس پر کچھ نہ کچھ تاریکی چھائی رہتی ہے' جس طرح صدف کی ظاہری سطح پر اس کی اندرونی چمک کے برخلاف کچھ کدورت باقی رہتی ہے۔ جب نفس کا کوئی رخ نورانی

ہوتا ہے تو وہ اخلاق کو بہتر بنانے اور صفات کے تبدیل کرنے کی کوششیں کرتا ہے۔ اسی ابدال کو ابدال کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ صوفی ہمیشہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان دیتا ہے اور ہمیشہ قلب و زبان سے ذکر کر کے روحانی درجات کی طرف ترقی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ عرش کی مانند ہو جاتا ہے۔ جس طرح عرش اس عالمِ خلق و حکمت کا قلب ہے، اس طرح قلب عالمِ امر و قدرت کا عرش ہے۔ جیسا کہ سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا: قلب عرش کی مانند ہے اور سینہ کرسی کی مانند ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ زمین و آسمان مجھے اپنے اندر نہیں سما سکتے لیکن مومن بندے کے دل میں میری گنجائش ہے۔ جب قلب ذکرِ ذات کے نور سے روشن ہو جاتا ہے اور قربِ الٰہی کی بادِ نسیم سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بن جاتا ہے، تو اچھی صفات اخلاقِ نفس کی نہروں میں بہنے لگتی ہیں اور خدائی اخلاق اس میں راسخ ہو جاتے ہیں۔

شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ فرماتے ہیں خدا کے ننانوے اسماء حسنہ سالکِطر یقت کے اوصاف اس وقت بن جاتے ہیں، جبکہ وہ سلوک و تصوف کے منازل طے کر رہا ہو اور واصل بالحق نہ ہوا ہو۔ شیخؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ بندۂ حق ہر اسمِ خداوندی سے ایک صفت اختیار کر لیتا ہے، جو بشری کمزوریوں اور کوتاہیوں کے مناسب حال ہوتی ہے، مثلاً وہ خدا کے صفاتی نام رحیم سے رحم کا وصف اس قدر اختیار کرتا ہے جو بشری کوتاہیوں کے ازالہ کے لئے مناسب ہو۔

اخلاقی ہدایات

حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب کسی علاقے میں گورنر بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابی کو اخلاقِ حسنہ کا چارٹر دیکر بھیجا جو کہ درج ذیل ہے۔ حضور ﷺ نے

فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، عہد و پیمان کو پورا کرو، امانت ادا کرو، خیانت چھوڑ دو، پڑوسیوں کی حفاظت کرو، یتیم پر رحم کرو، نرم گفتگو کرو، سلام کو پھیلاؤ، اچھے کام کرو، امیدیں کم رکھو، حساب سے ڈرو، تواضع کرو، کسی شریف اور بردبار آدمی کو گالی دینے یا سچے انسان کو جھٹلانے سے پرہیز کرو، کسی گنہگار سے کوئی توقع نہ رکھو، انصاف پسند حاکم کی نافرمانی نہ کرو، زمین میں فتنہ و فساد نہ پھیلاؤ۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر پتھر درخت یا مٹی پر سے گزرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہر گناہ پر توبہ کرو اگر گناہ پوشیدہ ہو تو پوشیدہ اور اگر اعلانیہ ہو تو اعلانیہ توبہ کرو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اسلام شریفانہ اخلاق اور عمدہ آداب سے گھرا ہوا ہے۔

عن ابی الدرداء قال: سمعت رسول اللہ ﷺ ما من شئی اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامۃ من حسن الخُلق۔

ا۔ جامع الترمذی، ۲: ۲۱، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی حسن الخلق، رقم: ۲۰۰۲، ۲۰۰۳

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی چیز جو حساب کے ترازو میں رکھی جائے گی، حسنِ اخلاق سے زیادہ بھاری نہیں ہوگی۔

www.MinhajBooks.com

باب:۲

تواضع

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

تواضع کا معنی اور مفہوم

تواضع کے لغوی معنی: التذلل والخضوع، عاجزی وانکساری کے ہیں۔

اصطلاحی معنی:

خروج الانسان عن مقتضی جاهه و عظمته و تنزله من مرتبة امثاله

انسان کا اپنے جاہ ومنصب اور بزرگی کے تقاضوں کو نظرانداز کرنا اور اپنے معاصرین میں خود کو ہیچ سمجھنا۔

تواضع کے پیکرِ اتم: ذاتِ محمدی ﷺ

حضور ﷺ دین و دنیا کے بادشاہ ہونے کے باوجود حد درجہ متواضع اور سادہ مزاج تھے۔ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے، چھوٹا ہو یا بڑا اسے سلام کرنے میں سبقت کرتے تھے، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور غریب سے غریب آدمی کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے، صحابہ کرام کے ساتھ گھل مل کر بیٹھ جاتے، کسی امتیازی نشست یا نشانی کی ضرورت نہ ہوتی۔ بازار سے خود سودا خرید کر لاتے، اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے، ان کے بدن پر تیل ملتے اور گھر کے دوسرے کام بھی اپنے ہاتھ

سے کرنے میں خوشی محسوس فرماتے۔

ایک مرتبہ دورانِ سفر حضور ﷺ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا' آپ ﷺ درست کرنے لگے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لائیے میں ٹانک دوں' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا' "تشخص پسندی مجھے محبوب نہیں' چنانچہ خود ہی تسمہ ٹانک دیا۔"

حضور ﷺ تواضع کو مقاماتِ قرب میں بھی اختیار فرماتے تھے' جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز رات کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا تو مجھے نسوانی غیرت کے جذبہ کے ماتحت یہ خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے پاس ہیں' اس لئے میں نے تمام ازواج مطہرات کے کمروں میں آپ ﷺ کو تلاش کیا' مگر آپ وہاں نہ ملے اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو مسجد میں دیکھا کہ آپ ﷺ بوسیدہ کپڑے کی طرح سربسجود تھے اور سجدہ کی حالت میں یہ الفاظ فرمارہے تھے۔ اے اللہ میرا دل اور خیال بھی تیرے آگے سربسجود ہے میرا دل تجھ پر ایمان لایا ہے اور میری زبان اس کا اقرار کررہی ہے۔ اے عظمت والے رب! اے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرنے والے میں تیرے سامنے ہوں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان میرا دل اور خیال تیرے آگے سربسجود ہے یہ قول تواضع کی انتہا ہے' یہ کہہ کر وجود کے آثار اس طرح محو کردیئے گئے ہیں کہ ظاہر و باطن میں ایک ذرہ بھی سجدہ سے الگ نہیں ہے۔

جنگِ حنین کے بعد جب اسیرانِ جنگ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو ان میں سے ایک خاتون نے عرض کی' میں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی دختر شیما ہوں اور آپ ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور ﷺ نے اس کا ثبوت مانگا تو انہوں نے عرض کی میں

بچپن میں آپ کو کھلایا کرتی تھی‘ ایک دفعہ آپ ﷺ نے میری پشت میں کاٹ لیا تھا‘ جس کا نشان اب بھی موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کو وہ نشان دکھا دیا‘ حضور ﷺ نے فوراً اپنی ردائے مبارک زمین پر بچھا دی‘ اس پر نہایت عزت سے بٹھا دیا اور فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں میرے پاس رہو گی یا اپنے قبیلے میں جانا پسند کرو گی شیما نے عرض کی‘ میں قبیلے میں جانا پسند کروں گی۔ حضور ﷺ نے انہیں ایک کنیز‘ ایک غلام اور بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ عنایت فرمایا۔ وہ حضور ﷺ کی تواضع اور اعانت سے متاثر ہو کر اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی‘ یا خیر البریة ‘ تو حضور ﷺ نے ازراہِ انکسار فرمایا یہ وصف تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

ایک شخص حضور ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے آیا‘ لیکن آپ ﷺ کو دیکھ کر رعب نبوت سے کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا‘ گھبراؤ نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں‘ ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں‘ جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل فرمائی‘ تم تواضع کرو اور کوئی شخص ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ (اے حبیب!) آپ فرما دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

(آل عمران:۳:۳۱)

تواس وقت حضور ﷺ نے فرمایا یہ اتباع نیکی، تقویٰ، خوف اور تواضع کے ساتھ ہو۔

حضور ﷺ کی تواضع کا عالم یہ تھا کہ آزاد اور غلام کی دعوت اور ان کا تحفہ قبول فرماتے تھے، خواہ وہ دودھ کا گھونٹ اور خرگوش کی ران ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اس کا صلہ بھی دیتے تھے اور خود بھی کھاتے تھے، بلکہ کسی کنیز یا غریب کو جواب دینے میں غرور نہیں کرتے تھے۔

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تواضع کی بنیاد یہ ہے کہ جس سے ملو اسے پہلے سلام کرو اور جو تمہیں سلام کرے اس کا جواب دو۔ محفل میں کم درجہ کی نشست کو پسند کرو اور یہ نہ چاہو کہ کوئی تمہاری تعریف و توصیف کرے، یا تم پر احسان کرے۔ مزید فرمایا وہ شخص کتنا اچھا ہے، جو اپنی کوتاہی یا برائی کے بغیر تواضع اختیار کرے اور محتاجی کے بغیر اپنے آپ کو عاجز سمجھے۔

تواضع (صوفیاء کی نظر میں)

حضرت فضیلؒ سے تواضع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تم حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو اور جو حق بات سنو اسے قبول کرو، جس نے اپنی قدر و قیمت کو محسوس کیا تو اس کا تواضع سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت جنیدؒ سے تواضع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تواضع عاجزی اور نرم روی ہے۔

حضرت وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں اللہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ میں نے حضرت آدمؑ کے قلب سے زیادہ کوئی متواضع نہیں پایا۔اس لئے میں نے ان کا انتخاب کر کے ان سے گفتگو کی۔

صوفیا فرماتے ہیں کہ جو اپنے نفس کی پوشیدہ باتوں کو پہچان لیتا ہے وہ غرور و سر بلندی نہیں کرتا' بلکہ تواضع کی راہ پر چلتا ہے اور جو کوئی اس کی مذمت کرے تو وہ اس سے نہیں جھگڑتا' مگر جب کوئی اس کی تعریف کرے تو وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔

شیخ ابو حفصؒ کا قول ہے جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا دل تواضع کرے وہ نیک بندوں کی صحبت اختیار کرے اور ان کی عزت کرے اسی طرح ان کی بے حد تواضع کی وجہ سے وہ ان کی اتباع کرے اور تکبر نہ کرے۔

حضرت لقمانؑ کا قول ہے ہر چیز کی سواری ہوتی ہے اور عمل کی سواری تواضع ہے۔

شیخ نوریؒ فرماتے ہیں دنیا میں معزز ترین انسان پانچ قسم کے ہیں (۱) زاہد عالم' (۲) فقیہہ صوفی' (۳) متواضع دولتمند' (۴) شکر گزار دُرویش' (۵) روشن ضمیر

شیخ جلاءؒ فرماتے ہیں اگر تواضع کی قدر نہ ہوتی تو ہم اکڑ کر چلتے۔

شیخ یوسف بن اسباطؒ سے پوچھا گیا تواضع کی حد کیا ہے؟ فرمایا جب اپنے گھر سے نکلو اور جس کسی سے ملاقات کرو تو اسے اپنے سے بہتر سمجھو۔

شیخ ابو الحسیب ضیاء الدین سہروردیؒ کے پاس شام کے سفر کے دوران فرنگی قیدیوں کو جو صلیبی جنگ میں قید ہوئے تھے' بیڑیوں میں جکڑ کر اور ان کے سروں پر کھانا رکھوا

کر لایا گیا‘ جب دستر خوان بچھایا گیا تو قیدی برتنوں کے خالی ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ قیدیوں کو لایا جائے‘ تاکہ وہ بھی ان درویشوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھیں‘ چنانچہ جب انہیں لا کر ایک ہی صف میں دستر خوان پر بٹھا دیا گیا تو آپ سجادہ سے اٹھ کر ان کے ایک فرد کی طرح ان کے درمیان بیٹھ گئے اور انہیں کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس وقت ان کے چہرے پر سے باطنی خلوص‘ تواضع اور عاجزی وانکساری ٹپک رہی تھی جس سے ان کے ایمان اور وسیع علم و عمل کا پتہ چلتا تھا۔

حضرت شیخ جریریؒ فرماتے ہیں اہل معرفت کا یہ صحیح خیال ہے کہ دین اسلام کا سرمایہ پانچ ظاہری اصول اور پانچ باطنی اصول ہیں۔ ظاہری اصول یہ ہیں: (۱) سچ بولنا‘ (۲) سخاوت‘ (۳) جسمانی طور پر تواضع کرنا‘ (۴) دوسروں کو تکلیف واذیت سے بچانا اور (۵) کسی انکار کے بغیر خود تکالیف برداشت کرنا۔

باطنی اصول یہ ہیں: (۱) اپنے آقا کے وجود سے محبت کرنا‘ (۲) آقا سے جدائی کا خوف‘ (۳) اپنے آقا سے ملاقات کی توقع‘ (۴) اپنے فعل پر ندامت (۵) اپنے پروردگار سے حیاء کرنا۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں تواضع ہر ایک کے لئے اچھی ہے‘ مگر دولت مندوں کے لئے زیادہ اچھی ہے۔ تکبر ہر ایک کے لئے برا ہے‘ مگر درویش کے لئے تکبر کرنا بدترین ہے۔

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں تواضع کی تین نشانیاں ہیں: (۱) عیب کو معلوم کرنے کے لئے نفس کو کم تر سمجھنا‘ (۲) توحید کی حُرمت کے لئے لوگوں کی تعظیم کرنا‘

(۳) حق بات اور نصیحت کو ہر ایک سے قبول کرنا۔

شیخ ابو یزیدؒ سے پوچھا گیا آدمی متواضع کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب اپنے نفس کا کوئی حق نہ سمجھے، کیونکہ وہ اس کی شرارت اور عیب سے واقف ہے اور وہ یہ نہ خیال کرے کہ مخلوق میں اس سے بدتر کوئی ہے۔

ایک عقلمند کا قول ہے کہ ہم جہالت وبخل کے ساتھ تواضع کو ادب وسخاوت کے ساتھ تکبر کرنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔

کسی دانشمند سے پوچھا گیا کیا تم کسی ایسی نعمت سے واقف ہو جس پر حسد نہ کیا جائے اور ایسا مصیبت زدہ ہو جس پر رحم نہ کیا جائے؟ اس نے کہا ہاں وہ نعمت تواضع ہے اور وہ مصیبت تکبر ہے۔

حضرت ترمذیؒ کا قول ہے تواضع کی دو قسمیں ہیں: (۱) انسان اللہ کے احکام و نواہی میں تواضع کرے، کیونکہ نفس آرام طلبی کی وجہ سے اس کے حکم سے غافل ہوتا ہے اور ممنوعہ شے کی خواہش کرتا ہے لہذا اگر وہ اس کے حکم وممانعت کے مطابق عمل کرتا ہے تو یہ بھی تواضع ہے۔ (۲) اپنے نفس کو اللہ کی عظمت کے تابع کر دے، چنانچہ اگر اس کا نفس کسی جائز چیز کی خواہش کرے تو وہ اسے روک دے، یعنی وہ اپنے ارادے کو مشیتِ ایزدی کے تابع کر دے۔

خود پسندی سے نجات

تواضع کی اصل حقیقت یہ ہے کہ تواضع تکبر و ذلت میں اعتدال کو قائم کرتی ہے۔

تکبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے مرتبے سے بلند سمجھے اور ذلت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس قدر گرا دے کہ اسے حقیر سمجھا جائے اور اس کی حق تلفی کی جائے۔ مگر مشائخ نے تواضع کی تشریح میں ایسے بہت سے اشارات کئے ہیں، جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تواضع کو ذلت کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

اس میں ان کا یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں اپنے مریدوں سے غرور و تکبر کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے وہ ان کی نفسانیت کا قلع قمع کرنے کے لئے مبالغہ سے کام لیتے ہیں کیونکہ روحانی حالت کے غلبہ کے ابتدائی دور میں شاذ و نادر ہی کوئی مرید خود پسندی سے خالی ہوتا ہے۔

سرکشی کا علاج

چونکہ صوفیاء کرام اور ہوشمند مشائخ کو علم ہے کہ یہ پوشیدہ بیماری نفوس انسانی میں پائی جاتی ہے، اس لئے انہوں نے تواضع کی تشریح میں اس قدر مبالغہ کیا، تا کہ وہ مریدوں کا اس طرح علاج کر سکیں کہ انہیں تواضع کی حدِ اعتدال میں لا سکیں اور وہ اپنے اس اصل مقام سے ذرا کم درجے پر رہیں جن کے وہ مستحق ہیں؟ تا کہ اگر کوئی نفس سرکشی سے محفوظ رہے تو وہ کمی بیشی کے بغیر اپنے اصل مقام پر قائم رہ سکتا ہے، مگر چونکہ نفس میں آگ کا اثر ہے اور وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا ہوا ہے، اس لئے اس کی فطرت میں سرکشی ہے اور وہ آگ کی طرح سربلندی کی طرف مائل ہے، لہذا تواضع کے ذریعے اس کا علاج کیا جاتا ہے، اور اسے اصل مقام سے کم درجہ پر گرایا جاتا ہے تا کہ اس پر غرور و تکبر اثر نہ کرے۔

غرور و تکبر کی مذمت

کبر و غرور کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھے اور اس بڑائی کے اظہار کو تکبر کہتے ہیں۔ تکبر ایک ایسی صفت ہے، جس کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے اگر مخلوق کا کوئی فرد اس کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ کبر و غرور خود پسندی سے پیدا ہوتا ہے اور خود پسندی محاسن سے ناواقفیت کا دوسرا نام ہے، اس قسم کی جہالت انسانیت کی مخالف ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے متکبرین کو بہت برا کیا ہے جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَO
(النحل، ۱۶:۲۳)

بے شک وہ سرکشوں متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَO
(الزمر، ۳۹:۹۰)

کیا جہنم متکبروں کا ٹھکانہ نہیں؟

نیز حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الکبریاء ردائی، والعظمة ازاری، فمن نازعنی واحد منهما قذفته فی النار۔

کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا لباس ہے جس نے ان دونوں میں سے کوئی چیز مجھ سے لینے کی کوشش کی میں

(سنن ابی داؤد، ۲: ۲۱۱، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الکبر رقم حدیث: ۴۰۹۰) اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں ''میں اسے پاش پاش کر دوں گا''

ایک بزرگ نے ایک متکبر سے فرمایا: تمہاری ابتدا نطفہ ناپاک سے ہے اور تمہارا انجام ایک گندی لاش ہے اور تم ان دونوں حالتوں کے درمیان گندگی کو اٹھائے ہوئے ہو۔

جب تواضع، قلب سے رخصت ہو اور کبر و غرور اس میں قائم ہو جائے تو اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں اور جو دل میں ہوتا ہے وہی ظرف میں سے ٹپکتا ہے ظاہر کبھی اس کے اثر سے گردن مڑ جاتی ہے اور کبھی نفس کی نافرمانی کے موقع پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لَوَّوْا رُؤُسَهُمْ وَ رَأَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ٥ (المنافقون، ۶۳: ۵)

وہ اپنے سروں کو موڑتے ہیں اور تم انہیں غرور اور تکبر کے ساتھ منہ موڑتے دیکھو گے۔

غرور اور خودداری

اعضاء اور جوارح پر تکبر کے اثرات سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے کچھ ایک دوسرے سے زیادہ کثیف ہوتی ہیں، جیسے شیخی، گھمنڈ، عزت و خودداری۔ عزت و خودداری صورت کے لحاظ سے کبر و غرور کے مشابہ ہے، مگر حقیقت کے لحاظ سے مختلف ہے۔ جس طرح تواضع، ذلت کے ساتھ مشتبہ ہو جاتی ہے حالانکہ تواضع پسندیدہ فعل ہے اور ذلت برا فعل ہے، اسی طرح کبر و غرور مذموم ہے اور عزت اچھی صفت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ عزت اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول اور مومنوں کیلئے ہے۔

(المنافقون ۶۳:۸)

لہذا عزت کبرِ وغرور سے بالکل مختلف ہے۔ اس لئے کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھے۔ عزت کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو پہچانے اور اس کا احترام یہ ہے کہ اسے دنیا کے عارضی مفاد کے لئے نہ استعمال کرے اور کبر وغرور کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے ناواقف ہو اور اس کو اس کے مرتبے سے بالا تصور کرے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا نفس کتنا عظیم ہے؟ آپ نے جواب دیا "میں عظیم نہیں ہوں"۔

چونکہ عزت مذموم نہیں اور اس کی کبر کے ساتھ مشابہت بھی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ پس آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا (یہ) بدلا ہے اس غرور کا جو تم دنیا میں ناحق کیا کرتے تھے۔

(الاحقاف ۴۶:۲۰)

اس میں پوشیدہ اشارہ یہ ہے کہ عزت حق کے اصولوں پر مبنی ہے' جو شخص ذلت کی طرف منحرف ہوئے بغیر تواضع کی حد پر رہتا ہے وہ عزت کی راہ پر ہے جو آتشِ کبر کی پشت

پر قائم ہے۔ لہذا ایسے موقع پر صرف راسخ علماء ومقربین بارگاہِ اور ابدال وصدیقین ہی ثابت قدم رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں جو تکبر کرتا ہے وہ اپنے نفس کی پستی کا ثبوت دیتا ہے اور جو تواضع کرتا ہے وہ اپنی شریفانہ طبیعت کا اظہار کرتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ بندۂ حق تواضع کی حقیقت اسی وقت معلوم کرسکتا ہے، جب مشاہدۂ حق کے نور کا جلوہ اس کے دل میں نظر آئے، اس موقع پر اس کا نفس پگھل کر کبر وخود پسندی کی کھوٹ سے صاف ہوتا ہے اور نرم ہوکر حق تعالیٰ اور مخلوق کی اطاعت کرتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک اس کے آثار محو ہوجاتے ہیں اور اس کی سوزش اور غبار ختم ہوجاتا ہے۔

www.MinhajBooks.com

باب ۳

اخوت

www.MinhajBooks.com

اخوت کا معنی ومفہوم

عربی زبان میں ’’اخ‘‘ کے معنی بھائی کے ہیں‘ اسی لفظ سے اخوت بنا ہے‘ جس سے مراد بھائی چارہ ہے۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسی گوشے میں رہتے ہوں اور کسی بھی گروہ و نسل یا قوم سے تعلق رکھتے ہوں وہ ’’اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ‘‘ کے تحت آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ باہم اخوت کا عملی مظاہرہ صبح و شام ہوتا ہے‘ محلوں اور شہروں کی مسجدوں میں مختلف خاندانوں اور نسلوں سے تعلق رکھنے والے لوگ جمع ہوتے ہیں‘ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی سے رحمت و مغفرت کے لئے ہاتھ پھیلا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ علاوہ ازیں سال بھر کے بعد دنیا کے کونے کونے سے مسلمان ایک ہی لباس میں ملبوس خانہ کعبہ پہنچتے ہیں اور بیک وقت حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر عالمگیر اخوت کا بھرپور مظاہرہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی روزمرہ کی زندگی میں اکثر بھائی چارے کا اظہار رہوتا ہے۔

باہمی اخوت‘ وصفِ صوفیاء ہے

۱۔ ایک مرتبہ حضرت قیس بن سعدؓ بیمار ہو گئے‘ بھائیوں نے عیادت میں تاخیر کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ وہ آپ کے مقروض ہیں‘ اس لئے آنے سے شرماتے ہیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا خدا اس مال کو غارت کرے جو بھائیوں کو بھائی کی ملاقات سے روکے‘ اعلان

کروادیا کہ قیس کا جو مقروض ہے‘ اس کا قرض معاف کیا جاتا ہے۔ اعلان سن کر رات کے وقت اتنے زیادہ لوگ آپ کے گھر عیادت کو آئے کہ آپ کے گھر کی دہلیز ٹوٹ گئی۔

۲۔ ایک شخص چار سو درہم کا مقروض تھا‘ وہ حضرت امام حسنؓ کے گھر گیا‘ دروازہ کھٹکھٹایا‘ وہ باہر آیا اور پوچھا کیوں آئے ہو؟ کہنے لگا میں چار سو درہم کا مقروض ہوں۔ حضرت امام حسنؓ نے حکم دیا کہ اسے چار سو درھم دے دیئے جائیں اور خود روتے ہوئے گھر میں داخل ہوگئے۔ لوگوں نے عرض کی اے فرزند رسول ﷺ رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس لئے روتا ہوں کہ میں نے اس شخص کے حال کی جستجو میں کوتاہی کی ہے یہاں تک کہ میں نے اسے سوال کی ذلت میں ڈال دیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قبیلہ اشعر کے لوگ جب جنگ میں تنگ دست ہوجاتے ہیں اور اہل وعیال کے لئے کھانا کم ہوجاتا ہے تو اپنا تمام کھانا ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں‘ بعدازاں ایک ہی کپڑے سے برابر برابر تقسیم کر دیتے ہیں‘ یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے وابستہ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ جہاد کا ارادہ کرتے تو فرماتے: اے انصار ومہاجرین تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں‘ جن کے پاس نہ مال ہے نہ سواری اور نہ ہی سامان‘ لہذا ہر ایک اپنے ساتھ ایک‘ دو یا تین آدمی شامل کر لے‘ تاکہ اونٹ کی سواری میں وہ تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین آدمی شامل کر لئے‘ یوں ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کے اور سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنا نصف مال تمہیں دیتا ہوں‘ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو میں طلاق دیتا ہوں جب اس کی عدت پوری ہوجائے تو تم

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

اس سے نکاح کرلو اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دعا دی اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور اہل و عیال میں برکت دے۔

www.MinhajBooks.com

اخوت کے حقوق و آداب

ا۔ باہمی تعاون

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا ہے۔

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ○ (المائدہ‘۵:۲)

اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کام) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں بلا تمیز مذہب و ملت ہر انسان کے ساتھ نیک کاموں میں تعاون کرنے کا درس دیا گیا ہے‘ لہذا بھوکے کو کھانا کھلانا‘ ننگے کو لباس مہیا کرنا اور مریض کی جان بچانے کی پوری پوری کوشش کرنا‘ خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو مومن کی زندگی کا وطیرہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ ایسا کرنے سے شیطان حسد کرتا ہے‘ مگر تعاون کی فضا ہموار ہوتی ہے۔ تعاون اور رحم دلی کے تصور کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ○ (الفتح‘۴۸:۲۹)

اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت (اور زور آور) ہیں (لیکن) آپس میں رحم دل (ایک دوسرے کے ساتھ اخلاص اور محبت سے پیش آتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اس چیز کی طرف واضح اشارہ ہے کہ مومنین جب کفار سے جنگ و جدال کرتے ہیں تو اس وقت وہ انتہائی سختی اور شدت سے باطل قوتوں سے اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے‘ ٹکرا جاتے ہیں۔ لیکن ان کی آپس میں کیفیت یہ ہے کہ ایک

دوسرے کے ساتھ محبت اور رحم دلی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ یوں اخوت و ہمدردی کی فضا میں زندگی بسر کرتے ہیں قرآن مجید کے اسی مضمون کو شاعر نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جب کوئی شخص کسی کے ساتھ رشتہ اخوت و محبت استوار کرے تو پھر دونوں کو چاہیئے کہ وہ نیاز مندی کے ساتھ بارگاہ خداوندی سے اخوت و محبت میں خیر و برکت کے طالب رہیں اور دعا مانگیں، اگر ان دونوں کی محبت میں خیر و برکت ہوئی تو یہ ان دونوں کے لئے جنت کا دروازہ ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًاO یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًاO (الفرقان، ۲۵:۲۷۔۲۸)	اور اس دن ہر ظالم (غصہ اور حسرت سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا کاش میں نے رسول (اکرم) کی معیت میں (آ کر ہدایت کا) راستہ اختیار کر لیا ہوتا ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

اخوت و محبت کے بگڑنے کا بھی اندیشہ ہے اور سنورنے کی توقع بھی۔ یہ جب حال ہو تو ابتدا سے ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اخوت اختیار کرنا ایک عمل ہے اور ہر عمل کی طرح اس کے لئے بھی حسنِ نیت اور حسنِ انجام کی ضرورت ہے۔ حضور ﷺ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا کہ سات افراد ایسے ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ ہوں گے، ان میں سے دو آدمی ایسے ہوں گے جو زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے

سے محبت کرتے رہے اور اسی حالت میں ان کی موت آئی۔

مذکورہ بالا حدیث مین اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اخوت ومحبت کے لئے شرط ہے کہ ان کا انجام بخیر ہو' تا کہ جانبین کے لئے اخوت کا ثواب لکھا جائے اور جب بھائی چارے کے حقوق ضائع کر کے اس کو بگاڑ دیا جائے تو یہ عمل شروع ہی سے خراب رہے گا۔

کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص سے کہا جائے گا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اور اس وقت وہ اپنے بھائی کے ٹھکانے کے متعلق دریافت کرے گا اگر وہ کم درجے پر ہوا تو وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک اس کے بھائی کو بھی اس جیسا درجہ نہیں دیا جائے گا۔ جب اس سے کہا جائے گا کہ اس کے اعمال تمہارے جیسے نہیں تو وہ کہے گا میں اپنے اور اس کے لئے عمل کرتا تھا' لہٰذا وہ جو مانگے گا اسے ملے گا اور آخر کار اس کے بھائی کا درجہ بھی بلند کر دیا جائے گا۔

۲۔روحانی محبت

شیخ فضیلؒ فرماتے ہیں جب غیبت شروع ہو جائے تو اخوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانی اخوت آمنے سامنے ہوتی ہے' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَO وہ (جنت میں) بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے o (الحجر'۱۵:۴۷)

اگر کوئی کسی کے خلاف دل میں رنجش رکھے اور جب اس کی کوئی بات اسے بری لگے اور اس کا اظہار کر کے خود اس کا ازالہ نہ کیا جائے یا اس سے اس کا ازالہ نہ کرایا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ آمنے سامنے کی بے لاگ دوستی نہیں بلکہ روگردانی ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اگر دو شخص اللہ کی رضا کی خاطر آپس میں دوستی کر لیں بعد میں ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے نفرت کرے تو سمجھ لو کہ ان میں سے کسی ایک

میں ضرور خامی ہے‘ کیونکہ روحانی دوستی صاف اور شیریں پانی سے بھی پاکیزہ تر ہے اور جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے اس میں خدا صفائی پیدا کرتا ہے اور جو کام صاف ہو‘ وہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔لیکن دائمی و سچی محبت کا یہ اصول ہے کہ باہمی مخالفت نہ ہو جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے تم اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا نہ کرو اور نہ مذاق کرو اور اس سے ایسا وعدہ نہ کرو ‘جو پورا نہ کرسکو۔

شیخ ابو سعید الخرازؒ فرماتے ہیں میں پچاس برس تک صوفیاء کی صحبت میں رہا‘ اس عرصے میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہا۔لوگوں نے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے؟ فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان کی صحبت میں ہمیشہ اپنے نفس پر غالب رہا۔

شیخ عبداللہ بن الجلاءؒ سے کسی نے پوچھا میں کس شرط پر مخلوق کی صحبت میں رہوں؟ آپ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ نیکی نہیں کرسکتے تو ان کو تکلیف بھی نہ دو اور اگر انہیں خوش نہیں کرسکتے تو ان کے ساتھ برائی بھی نہ کرو۔مزید فرمایا اپنے بھائی کی دوستی و محبت سے فائدہ اٹھا کر اس کی حق تلفی نہ کرو‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کے حقوق مقرر کئے ہوئے ہیں‘لہذا ان کی حق تلفی وہی کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حق تلفی کرتا ہو۔

۳۔ذکرِ خیر اور عفوو درگذر

(i) اخوت و محبت کا ایک حق یہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھ قطع تعلق ہو جائے تو اس کے بعد بھی اپنے بھائی کا ذکرِ خیر کیا جائے۔

(ii) کہتے ہیں ایک نوجوان حضرت ابوالدرداءؓ کی محفل میں بیٹھا کرتا تھا۔جس کو آپ دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔اتفاق سے وہ نوجوان کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو گیا‘ آپ کو خبر ہو گئی بعد ازاں لوگوں نے عرض کی کاش آپ اسے الگ کر کے چھوڑ دیتے‘ اس پر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا سبحان اللہ! کیا دوست کو کسی بات پر چھوڑا جا سکتا ہے۔

دوستی کا رشتہ خونی رشتہ کی مانند ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک عقل مند سے پوچھا گیا تمہیں سب سے زیادہ کون پسند ہے؟ تمہارا دوست یا بھائی' اس نے جواب دیا اگر میرا بھائی دوست بن جائے تو میں اسے پسند کروں گا۔

عفو و درگذر معاشرے کے امن و استحکام کا ضامن ہے۔ ایسی صورت میں جب کسی دوست سے ظاہری و باطنی جدائی ہو جائے یا ظاہری جدائی ہو اور باطنی تعلق قائم رہے تو ایسے معاملے میں مختلف اشخاص کے مختلف حالات کو دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی تبدیلی ایسی صورت میں نمودار ہوتی ہے' جبکہ وہ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں اور ان کی سابقہ برائی ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگوں سے بغض رکھنا ضروری ہے۔

(iii) کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے اتفاقیہ کوئی لغزش ہو گئی ہو یا غفلت و کوتاہی واقع ہو گئی ہو' لیکن ان کی اصلاح کی توقع ہو ایسے لوگوں سے بغض نہیں رکھنا چاہیے' تاہم بحالتِ موجود ان کے عمل سے نفرت کی جائے' لیکن خود انہیں محبت کی نظر سے دیکھا جائے بلکہ ان کی نجات اور اصلاح کی امید رکھی جائے۔

(iv) حدیث پاک میں ہے کہ جب لوگوں نے اس آدمی سے بدکلامی کی' جس نے بدکاری کی تھی تو حضور ﷺ نے انہیں خاموش کرا کے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تم اپنے بھائی کے برخلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔

(v) حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں اگر تمہارا روحانی بھائی کسی گناہ کا مرتکب ہو تو تم اس کے گناہ کی وجہ سے اس کے ساتھ قطع تعلق نہ کرو اور نہ اسے چھوڑو کیونکہ اگر آج اس سے گناہ سرزد ہوا ہے تو کل اسے چھوڑ بھی سکتا ہے۔ مزید یہ کہ انتقام لینے سے انسان میں تنگ نظری اور تعصب پیدا ہو جاتا ہے' جبکہ معاف کرنے سے وسعت قلبی پیدا ہوتی ہے اور اخوت و محبت کا احساس و جذبہ انسان کے دل میں موجزن ہوتا ہے' جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

باری تعالیٰ ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذَالِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِo

(الشوریٰ، ۴۲:۴۳)

اور جو شخص صبر کرے اور (اپنے نفس پر قابو رکھنے کے لئے قدرت کے باوجود چھوڑ دے) معاف کر دے تو بلاشبہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں

عفو صفت الٰہی ہے:

عفو اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور امتیازی صفت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اختیار کرنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے اور مختلف انداز میں اپنی عفوو بخشش کا اعلان کیا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًاo

(النساء، ۴:۴۳)

بے شک اللہ معاف فرمانے بہت بخشنے والا ہےo

فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًاo

(النساء، ۴:۱۴۹)

بے شک اللہ بڑا معاف فرمانے والا بڑی قدرت والا ہےo

وَ ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ یَعْفُوْ عَنِ السَّیِّاٰتِo

(الشوریٰ، ۴۲:۲۵)

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرتا ہے اور (اے لوگو) وہ جانتا ہے جو کچھ تم کیا کرتے ہو۔

عفو اسوۂ رسول ﷺ ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی عفو و درگذر کی تلقین فرمائی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡO
(آل عمران، ۳:۱۵۹)

سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے بخشش مانگا کریں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

ما تعدون الصرعة فيكم قالوا الذى لا يصرعه الرجال قال لا ولكنه الذى يملك نفسه عند الغضب۔
(مسند احمد بن حنبل، ۱:۳۸۲)

پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

عفو وصف مومن ہے:

جب اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کے ساتھ عفو و درگذر کرتے ہیں تو اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں عفو و درگذر سے کام لیں، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا۔
(البقرۃ، ۲:۱۰۹)

سو تم درگزر کرتے رہو اور نظر انداز کرتے رہو

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ يَغۡفِرُوۡنَO

جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

۴۔ مصیبت سے بچانا

اگر کوئی انسان مصیبت میں مبتلا ہو تو اسے اس آفت و مصیبت سے چھٹکارا دلانا چاہئے، کیونکہ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

من كان فى حاجة اخيه كان الله فى حاجته۔	جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، ۲: ۱۰۲۸۔ کتاب اکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ رقم حدیث: ۶۵۵۱)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت یوسفؑ کو قید کی مصیبت سے نجات دلائی تو آپ اللہ کی اس نجات کو اس کا عظیم احسان سمجھتے تھے قرآن پاک میں ہے۔

وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ۔ (یوسف، ۱۲: ۱۰۰)	اور بے شک اس نے مجھ پر (بڑا) احسان فرمایا جب مجھے جیل سے نکالا۔

اخوت کے حقوق کی شرائط

۱۔ دوستی

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دائیں بائیں منہ پھیرتے ہوئے دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک آدمی کو بھائی بنایا تھا، اسے تلاش کر رہا ہوں، مگر وہ نظر نہیں آ رہا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ جب تم کسی کو بھائی بناؤ تو اس کا اور اس کے باپ کا نام اور اس کے گھر کا پتہ معلوم کر لیا کرو اگر وہ بیمار ہو تو عیادت کرو اور اگر کام میں مشغول ہو تو اس کی مدد کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی کسی مجلس میں تین چکر ضرورت کے بغیر لگائے تو مجھے دنیا ہی میں اس کا ثواب معلوم ہو جاتا ہے۔

۲۔ مخلصانہ محبت وصحبت

حضرت سعد بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے ہم نشین کے مجھ پر تین حقوق

ہیں:

(i) ۱۔ جب وہ قریب آئے تو میں اس کا خیر مقدم کروں۔

۲۔ بات کرے تو اس کی طرف متوجہ رہوں۔

۳۔ جب وہ بیٹھے تو میں اس کے لئے اچھی جگہ کی گنجائش رکھو۔

مخلصانہ محبت کی علامات

۱۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی نشانی یہ ہے کہ اس میں دنیاوی اغراض واحسان کا شائبہ تک نہ ہو' کیونکہ جو محبت غرض سے ہوتی ہے وہ پوری ہونے کے بعد زائل ہو جاتی ہے اور جس دوستی میں کوئی غرض وابستہ نہ ہو' وہ دوستی پائیدار رہتی ہے۔

۲۔ مخلصانہ محبت و دوستی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ روحانی بھائی دین و دنیا کی ہر ممکن چیز کو اپنے بھائی پر قربان کر دے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے بارے میں فرمایا ہے:

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ O

(الحشر' ۵۹:۹)

جو شخص ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ مہاجرین کو ملتا ہے اس سے ان کے دل میں کوئی خلش پیدا نہیں ہوتی اور (یہی نہیں بلکہ وہ ان کو) اپنی ذات پر مقدم رکھتے ہیں اور اگرچہ خود ان کو شدید ضرورت (ہی کیوں نہ) ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے مال پر حسد نہ کرتے۔ یہ دو اوصاف ایسے ہیں' جن سے پاکیزہ محبت کی تکمیل ہوتی ہے' اول یہ کہ دین و دنیا کی کسی چیز پر حسد کا جذبہ نہ رہے۔ دوسرا یہ کہ اپنی مقدور کے مطابق ایثار کیا جائے۔

(ii) حضرت عمر بن الخطاب ﷛ فرماتے ہیں اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو میرے عیوب سے مجھے مطلع کرے۔

(iii) شیخ جعفر بن برقانؒ فرماتے ہیں مجھ سے میمون بن مہرانؒ نے فرمایا میرے سامنے وہ بات کہو جو میں ناپسند کرتا ہوں۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے بھائی کا خیر خواہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا' جب تک کہ وہ اس کے سامنے وہ باتیں نہ کرے جو اسے ناپسند ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا اصول ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی چیز کا مخصوص مالک قرار نہیں دیتے۔

(iv) حضرت ابراہیم بن شیبانؒ فرماتے ہیں ہم اس کی صحبت میں نہیں بیٹھتے یہ جو یہ کہتا ہے کہ یہ جوتی میری ہے۔

(v) شیخ احمد بن القلانسیؒ کہتے ہیں کہ میں بصرہ میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا انہوں نے میری بہت تعظیم وتکریم کی ایک دن میری زبان سے نکلا میرا تہبند کہاں ہے' ان الفاظ کا کہنا تھا کہ میں ان کی نظروں سے گر گیا۔

اہلِ فضل کے قدردان

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اہل حق جس کی فضیلت سے واقف ہوتے ہیں' اس کو مقدم رکھتے ہیں اور محفل میں اس کے ساتھ گنجائش کر کے عمدہ مقام کے لئے اسے ترجیح دیتے ہیں۔

۳۔ عدل وانصاف

عدل وانصاف ایک ایسی چیز ہے' جس نے دنیا کے نظام کو قائم کر رکھا ہے' اگر یہ اٹھ جائے تو کارخانہِ عالم درہم برہم ہو جائے۔ اسلام عدل وانصاف کا بڑا حامی ہے' جس کے نزدیک دوستی ودشمنی' رنگ ونسل' رشتہ داری واجنبیت' امارت وغربت' دین ومذہب اور

عدل وانصاف کی راہ میں حائل نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ○	اور انصاف ملحوظ رکھو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

(الحجرات، ۴۹:۹)

رشتہ اخوت میں بھی عدل و انصاف کی اہمیت عیاں ہے، کیونکہ یہ رشتہ اس وقت تک مضبوط و مستحکم نہیں ہوسکتا جب تک اس کی استواری میں عدل وانصاف کی فضا کو پیدا نہ کیا جائے۔

شیخ ابوعثمان الحیریؒ فرماتے ہیں اخوت کا حق یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو اپنا مال پیش کرو مگر خود اس کے مال کی طمع نہ رکھو۔ اس کے ساتھ انصاف کرو مگر اس سے انصاف کا مطالبہ نہ کرو۔ تم اس کے تابع رہو مگر یہ توقع نہ رکھو کہ وہ تمہارے تابع رہے۔ اس کی طرف سے جو چیز ملے اس کو بہت سمجھو مگر تمہاری طرف سے اس کے ساتھ جو سلوک ہوا سے کم سمجھو۔

صوفیاء کرام صحبت میں نرم پہلو اختیار کرتے، رعب جما کر نفس کو غالب نہیں کرتے۔

شیخ ابوعلی رودباریؒ فرماتے ہیں اپنے سے بڑے پر رعب جمانا بے شرمی، برابر کے لوگوں پر رعب جمانا بے ادبی اور چھوٹوں پر رعب جمانا پستی ہے۔

۴۔ وفاداری و ہمدردی

تعلق اخوت کے استحکام کے لئے وفاداری شرطِ اولیں ہے، اس کے برعکس دھوکہ دہی اس رشتہ کے تقدس کو پامال کر کے رکھ دیتا ہے، کیونکہ وفاداری ہی ایک ایسی چادر ہے جس کے باعث اخوت و محبت کو طمانیت نصیب ہوتی ہے۔ اہل دل جب کسی کے ساتھ رشتہ اخوت کی بنا پر دوستی کا دم بھرتے ہیں تو پھر وفاداری کرتے ہیں اور جدا ہونے سے پرہیز

کرتے ہیں۔

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایمان ہے
مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

(i) کہتے ہیں ایک آدمی کسی بزرگ کے ساتھ رہتا تھا بعدازاں اس نے ان سے جدا ہونے کا ارادہ کیا اور اجازت طلب کی تو انھوں نے فرمایا میں تمہیں اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ تم اس کی صحبت اختیار کرو گے جو ہم سے بہتر ہو۔ یہ سن کر اس آدمی نے عرض کیا اب دل سے جدائی کا خیال رفع ہو گیا ہے۔

(ii) برادرانہ تعلق کے لئے شفقت و ہمدردی بہت اہمیت کی حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ دُرویش حضرات چھوٹوں پر شفقت و ہمدردی کرتے ہیں۔ شیخ ابراہیم بن ادھمؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ خود روزے کی حالت میں کھیت کاٹتے تھے، مگر ساتھیوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اگر کسی کام کے لئے بلایا جائے تو شفقت و ہمدردی کے باعث بلاچون وچرا پہنچ جاتے ہیں۔ کسی عالم کا قول ہے: جب کوئی شخص اپنے دوست سے کہے ہمارے ساتھ چلو اور وہ یہ کہے کہ کہاں چلیں تو ایسے آدمی کے ساتھ نہ رہو۔"

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں اگر کوئی اپنے بھائی سے کہے مجھے مال میں سے کچھ دو اور وہ یہ کہے تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ تو سمجھ لو اس نے بھائی چارے کا حق ادا نہیں کیا۔

(iii) حضرت معروف کرخیؒ اور ذوالنون مصری کا واقعہ

www.MinhajBooks.com

ایک عربی شاعر کہتا ہے جب ان کا بھائی مصائب پر انہیں بلاتا ہے تو اس کی وجہ دریافت نہیں کرتے۔

۵۔ بے تکلفی

اللہ تعالیٰ کے نیک و صالح بندوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے روحانی بھائی کے لئے تکلف نہیں کرتے بلکہ جو چیز حاضر ہو بلا تکلف پیش کر دیتے ہیں۔

شیخ ابو حفصؒ فرماتے ہیں جواں مردی کی نشانی یہ ہے کہ تکلف کو ترک کر کے جو کچھ موجود ہو اسے پیش کر دینا چاہئیے کیونکہ تکلف کی وجہ سے مہمان کو جلدی جدا ہونا پڑتا ہے اور اگر تکلف نہ ہو تو مہمان کا رہنا اور نہ رہنا دونوں طرح برابر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ امتیازی شان ہے کہ وہ نہ تو لوگوں سے بالکل کھنچے رہتے ہیں اور نہ بالکل بے تکلف ہوتے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں لوگوں سے کھنچاؤ ان کی عداوت کا باعث ہوتا ہے اور ان کے ساتھ بے تکلفی برے ساتھیوں کو لانے کا باعث ہوتی ہے۔

۶۔ عیب پوشی

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ بھی عادت ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے عیبوں کو چھپاتے ہیں۔

(i) حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا جب تم اپنے بھائی کو اس حال میں سوئے ہوئے دیکھو کہ ہوا نے اس کا کپڑا کھول دیا ہے تو تم کیا کرتے ہو' کہنے لگے ہم اسے چھپاتے ہیں اور ڈھک دیتے ہیں۔ اس پر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا نہیں بلکہ تم عیب ظاہر کرتے ہو وہ کہنے لگے سبحان اللہ یہ کون کرتا ہے۔ فرمانے لگے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے بارے میں کوئی بات سنتا ہے تو وہ اسے بڑھا چڑھا کر لوگوں میں اس کی تشہیر کرتا ہے۔

(ii) عیبوں کو چھپانے کے متعلق حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من ستر مسلماً ستره الله یوم القیامة۔

(صحیح البخاری' کتاب المظالم باب لا یظلم' ا: ٣٣٠' رقم حدیث: ٢٣١٠)

جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

(iii) آدابِ صوفیاء کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ وہ اپنے روحانی بھائیوں کے لئے غائبانہ استغفار کرتے ہیں اور اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کی کوششیں کرتے ہیں کہ وہ ان کی تکالیف دور کرے۔

کہتے ہیں کہ دو بھائی تھے' ان میں سے ایک نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو گیا اس نے دوسرے کے سامنے اس کا اظہار کیا اور اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو رشتہ محبت منقطع کر سکتے ہو' اس نے جواب دیا میں تمہارے گناہ کی وجہ سے اخوت کا رشتہ منقطع نہیں کروں گا' اس کے بعد اس نے خدا کے سامنے عہد و پیمان کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ اس کی نفسانی خواہش کو دور نہیں کرے گا اس وقت تک وہ نہ کھائے گا' نہ پیئے گا چنانچہ اس نے چالیس روز تک فاقہ کشی کی اس دوران جب وہ اس کی نفسانی خواہش کے بارے میں پوچھتا تو وہ یہی کہتا کہ ابھی تک باقی ہے۔ آخرکار چالیس روز کے بعد اس نے بتایا کہ اس کی نفسانی خواہش دور ہو گئی ہے' چنانچہ اس کے بعد اس نے کھانا پینا شروع کر دیا۔

۷۔ خاطر مدارات

صوفیاء کرام اپنے ساتھی کو خاطر مدارات کا محتاج نہیں بناتے تھے اور نہ اسے معذرت پر مجبور کرتے اور نہ ہی اپنے ساتھی کے لئے اس قدر تکلیف کرتے ہیں کہ وہ اسے ناگوار سمجھے بلکہ جیسے ان کا ساتھی ہے ویسے ہی رہتے ہیں اور اس کے مقصد کو اپنے مقاصد پر مقدم رکھتے ہیں۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدترین دوست وہ ہے جو تمہیں خاطر مدارات کا محتاج بنائے یا تمہیں معذرت پیش کرنے پر آمادہ کرے اور تم اس کے لئے تکلف کرو۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا وہ بھائی مجھ پر سب سے زیادہ بوجھ ہے جو میرے لئے تکلف کرے اور میں اس سے بچنے کی کوششیں کروں اور میرے دل پر سب سے ہلکا وہ بھائی ہے کہ میں اس کے ساتھ رہ کر محسوس کروں کہ میں تن تنہا ہوں۔

۸۔ مساکین سے محبت وتواضع

(i) اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کا یہ امتیازی وصف ہے کہ وہ مساکین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے تواضع کرتے ہیں اور یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اللھم اجینی مسکیناً و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔	اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں رکھ اور مجھے مسکینی پر موت دے اور قیامت کے دن مساکین کے زمرے میں اٹھا۔

(جامع الترمذی، ۲:۵۸، کتاب الزھد، رقم حدیث: ۲۳۵۲)

حضرت داوٗدؑ باوجود اس قدر عظمت کے جب مسجد میں جاتے تو مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور فرماتے مسکین مسکینوں کے پاس ہی بیٹھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ مسکین کے لقب سے بلائے جانے کو پسند فرماتے اس کے علاوہ انہیں اور کوئی نام پسند نہ ہوتا۔

(ii) فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں ہمیں خبر ملی کہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ میں اپنے ساتھ تیری رضا کو کیسے معلوم کروں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اپنے ساتھ مساکین کی رضا کو دیکھ لے۔

(iii) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل صفاء کی ایک جماعت کو کسی بات پر سرزنش کی، یہ خبر حضور علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ شاید تم نے ان کو ناراض دیا ہے اور اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے، نہایت نرمی کے ساتھ عرض کی شاید میں نے تم کو ناراض کر دیا ہے۔انہوں نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

حضور علیہ وسلم کا فرمان ہے جس شخص کو اپنی تعظیم وادب کے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا اچھا لگے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

حضور علیہ وسلم سب سے زیادہ فقراء کی تواضع کرتے اور جب ان کے ساتھ بیٹھتے تو گھٹنے پر گھٹنا رکھ کر بیٹھتے اور فرماتے میں غلام ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔

(iv) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مہمانوں کی خود خدمت کرتے۔ چراغ درست کرنے کے لئے خود اٹھتے۔لوگوں نے عرض کی آپ نہ اٹھا کریں۔اس پر فرمانے لگے کہ جب میں چراغ درست کرنے کے لئے اٹھتا ہوں تو اس وقت بھی عمر ہی ہوتا ہوں اور بیٹھتا ہوں تو بھی عمر ہی ہوتا ہوں۔

حضرت میمون بن مہران ؒ کو اگر کسی دعوت میں بلایا جاتا تو آپ مساکین کے درمیان میں بیٹھتے اور ان کے ساتھ برتن چاٹتے۔

بشر بن منصورؒ نے ایک دفعہ نماز پڑھی اس کو بہت طول دیا آپ نہایت خشوع میں تھے۔اس وقت آپ کے پیچھے ایک آدمی تھا جس کی آپ کو اطلاع نہ تھی، جب نماز سے فارغ ہوئے اسے کہنے لگے اے دوست میرا یہ فعل تجھ کو تعجب میں نہ ڈالے، کیونکہ ابلیس نے بھی ملائکہ کے ساتھ ہزار ہا سال اللہ کی عبادت کی تھی لیکن اس کا حال وہی ہوا جو تجھے معلوم ہے۔

باب: ۴

اللہ کے لئے محبت و دوستی

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

اللہ کے لئے محبت و دوستی

سلف صالحین رضی اللہ عنہ کے اخلاق کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ بلا تحقیق کسی کو اپنا بھائی یا دوست نہیں بناتے تھے کہ اس کو دنیا و آخرت کے کاموں میں اپنا شریک بنا لیں اور کچھ ہی عرصہ بعد ایک دوسرے سے جھگڑنے لگیں' بلکہ ایک مدت تک تحقیق کرتے کہ آیا وہ شخص جس کو وہ اپنا بھائی بنا رہے ہیں احکام خداوندی کو بجا لاتا ہے یا کہ نہیں۔

جیسا کہ مثل مشہور ہے۔

فساد الانتهاء من فساد الابتداء — انجام کی خرابی ابتداء کی خرابی سے ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تحقیق دوستی کے متعلق فرمایا ہے۔

ما تواد اثنان ففرق بينهما الابذنب يحدثه احدهما — دو شخص آپس میں ایسی دوستی نہ کریں کہ ان میں جدائی واقع ہو بغیر اس کے کہ ان میں سے ایک گناہ کا مرتکب ہوا۔

(مسند احمد بن حنبل' ۲:۶۸' ۵:۷۱)

دوستی پیدا کرانا سنت رسول ﷺ ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ صحابہ کرام میں دوستی پیدا کراتے پس جب تک دوست دوست سے نہ ملتے ان کی راتیں لمبی ہو جاتیں اور جب جدا ہوئے تین دن گزر جاتے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے۔

حضرت حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں جب تم کسی کو دوست بناؤ تو اس سے راز کو پوشیدہ نہ رکھو ورنہ وہ تمہارے لئے اجنبی ہے۔

امداد کرنا

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو اپنے بھائیوں اور دوستوں کی امداد کرتے تھے۔ یہ دریافت کئے بغیر کہ انہیں اس مدد کی ضرورت ہے کہ نہیں۔ مگر دور حاضر میں لوگ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے احوال دریافت کرتے ہیں، ان کے غموں میں شریک ہوتے ہیں، زبانی جمع وخرچ کے ذریعے ان کے دلوں میں اپنا مقام بناتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود دوست کو مالی امداد کے لئے ایک روپیہ تک نہیں دیتے۔

غم خواری

حضرت ابوحازمؒ فرماتے ہیں اگر کسی کے ساتھ تیری دوستی محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو بلاطلب عوض اس کی غم خواری کرتا کہ اس کے ساتھ تیری صحبت قائم و دائم رہے۔

الحب فی اللہ کہنا کب مناسب ہے؟

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ

اپنے دوست سے کہے کہ میں تجھ سے اللہ کے لئے دوستی رکھتا ہوں مگر اس صورت میں جبکہ وہ اپنے نفس پر یہ بات پیش کرے کہ وہ دولت کی طلب پر کسی چیز سے انکار نہیں کرے گا اگرچہ دوست اپنا نکاح کرنے کے لئے اس کی بیوی کی طلاق کا خواہاں ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اپنے دوست کے بدن پر مکھی کا بیٹھنا برا معلوم نہ وہ دوست ہی نہیں۔

دوستی کے حقوق

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس قدر دوست زیادہ ہوں گے، قیامت میں اسی قدر قرض خواہ ہوں گے اور جس قدر دوست کی غم خواری کم ہو گی، اسی قدر اس کی محبت کم ہو گی، اس جگہ قرض سے مراد حقوق ہیں۔

حضرت علی بن بکار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے میں کس کو ابراہیم بن ادھمؒ کی مانند دوستی کے حقوق پر قائم نہیں دیکھا آپ درہم، کھجور اور منقی تک بھی دوستوں میں تقسیم کر دیتے اور اگر کوئی دوست موجود نہ ہوتا تو اس کا حصہ رکھ لیتے یہاں تک کہ وہ آ جاتا۔

دوست کی خواہشات کا احترام

میمون بن مہرانؒ سے کسی نے کہا ہم نے کبھی بھی آپ کے دوستوں کو آپ سے جدا یا علیحدہ ہوتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جب میں دیکھتا ہوں کہ میرے دوست کو کوئی چیز پسند ہے تو میں اس کو دے دیتا ہوں اور اپنے آپ کو اس سے ممتاز نہیں سمجھتا۔

امام شافعیؒ کا قول

امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ شخص تیرا دوست نہیں ہے جس کی مدارات کی تجھے ضرورت پڑے اور جس کے سامنے تجھے عذر خواہی کرنی پڑے۔

دوستی پر بھروسہ

یونس بن عبیدؒ کا بیٹا فوت ہو گیا۔ ابن عوفؒ کے سوا تمام لوگوں نے تعزیت کی، کسی نے شکایت کی کہ ابن عوفؒ نے آپ کی تعزیت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا جب ہمیں ایک شخص کی دوستی پر وثوق ہے پھر اس کا ہمارے پاس نہ آنا مضر نہیں۔

احسان کرنا

حضرت حامد نصافؒ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنے دشمنوں پر بھی احسان کرتے تھے مگر آج کل ایسے لوگ دیکھے ہیں جو دوستوں سے بھی نیک سلوک نہیں کرتے۔

دوست کی ضرورت کو پورا کرنا

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ ایک عرصہ تک اپنے دوستوں سے نہ ملتے اور جب ملاقات ہوتی تو آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کے مزاج کیسے ہیں؟ سے زیادہ دریافت نہ کرتے پھر اگر وہ اس سے اس کے مال کا نصف بھی طلب کرتے تو دے دیتے۔ لیکن آج کل لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگرچہ وہ اپنے دوستوں کو ہر روز بلکہ ہر گھڑی ملتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کیسے ہیں؟ اور ان کی ہر چیز حتی کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے

ہیں، لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک درہم مانگے تو نہیں دیتے۔

محبت فی اللہ

ایک دفعہ ایک شخص نے بشر حافیؒ سے کہا میں آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تیرا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اکثر اوقات تیرے نزدیک تیری سواری بھی مجھ سے قابل قدر ہوتی ہے، پس تو میری محبت کا دعویٰ کیسے کرتا ہے۔

بشر بن صالحؒ سے کسی نے کہا میں آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے کس چیز نے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا۔ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا تو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ تیرے گدھے کا پالان میرے عمامہ اور کپڑوں سے زیادہ قیمتی ہے۔

سفیان بن عیینہؒ سے للٰہی دوستی کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا للٰہی محبت یہ ہے کہ وہ شخص اپنے تمام مال سے بالکل علیحدہ ہو جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے تھے کہ آپ کا تمام مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف تھا۔

بشر حافیؒ سے کسی نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو کسی سے محبت رکھتا ہے لیکن اکثر اوقات اسے بعض دنیاوی منافع سے روکتا ہے تو کیا وہ محبت میں سچا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن وہ کمالیت کے درجہ سے کم ہے۔

ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے تھے للٰہی محبت رکھنے والوں کی علامت یہ ہے کہ جب ان میں سے ایک خفا ہو جائے تو دوسرا اس کو راضی کرنے میں جلدی کرے کیونکہ میں نے کبھی کوئی دوست ایسا نہیں دیکھا جو دوستوں کی غم خواری نہ کرے، جیسا کہ میں نے کبھی کسی غضب ناک شخص کو مسرور اور کسی حریص کو غنی نہیں دیکھا۔

دوستی میں ظاہر و باطن کی موافقت

مالک بن دینارؒ فرماتے تھے آج کل دوست ایسے ہو گئے جیسے نانبائی کا شوربا نہایت خوشبودار لیکن مزہ ندارد۔

سچی دوستی کی شرط

فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے سچی دوستی کی شرط یہ ہے کہ مفلسی کی حالت میں دوست کی عزت اس کی تونگری کی حالت سے بڑھ کر کی جائے' کیونکہ افلاس تونگری سے افضل ہے اور مفلس بلحاظ اپنے مرتبہ کے زیادہ اکرام کا مستحق ہے۔

ابو مطیعؒ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو آپس میں غلام' گھوڑے' مکان اور مال کے طبق تحفہ میں دیا کرتے تھے مگر آج وہ زمانہ ہے کہ روٹی اور کھانا تحفہ میں دیتے ہیں اور کوئی زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ اس کو بھی ترک کر دیں گے اور سلف کی یہ سنت بالکل جاتی رہے گی۔ سلف میں بعض لوگ ایسے ہوتے تھے جو اپنے دوست کی اولاد کی اس کے جنازے سے واپس آنے کے وقت سے لے کر بلوغ رُشد تک خبرگیری کرتے' لیکن آج کل لوگ بھائی کے اہل و عیال کو بھی بھول جاتے ہیں۔

ابراہیم تیمیؒ فرماتے تھے کہ آدمی دوستوں کے بغیر ایسا ہی ہے جیسے دایاں ہاتھ بائیں کے بغیر۔

محبت فی اللہ دنیاوی اغراض سے بالاتر

حضرت ابومعاویہ الاسودؒ پتھر تراشنے کا کام کر کے روٹی کھاتے تھے' جب عمر رسیدہ ہو گئے تو لوگوں نے عرض کی۔ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں اس لئے کام کرنا

ترک کر دیں کیونکہ آپ کام کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اس پر آپ نے فرمایا بخدا میرے نزدیک پتھر تراش کر روٹی کھانا لوگوں کے سوال سے زیادہ آسان اور اچھا ہے۔

www.MinhajBooks.com

باب ۵:

عفو و درگزر

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

عفو کا معنی اور مفہوم

عفو عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی معاف کرنا، بخش دینا، درگزر کرنا، بدلہ نہ لینا، مٹا دینا، ڈھانپ لینے اور گناہ پر پردہ ڈالنے کے ہیں۔

اصطلاحِ شریعت میں عفو سے مراد کسی کی زیادتی و برائی پر انتقام کی قدرت و طاقت کے باوجود انتقام نہ لینا اور معاف کر دینا ہے۔

قدرت اور طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اگر انسان انتقام نہ لے سکتا ہو تو یہ عفو نہیں ہوگا بلکہ اسے بے بسی کا نام دیا جائے گا، عفو صرف قادر ہونے کی صورت میں ہے۔

عفو کا ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی معاف کر دے خواہ طبیعت اس پر آمادہ نہ ہو اور اعلی درجہ یہ ہے کہ دل کی رضا و خوشی کے ساتھ معاف کرے اور اگر ممکن ہو تو اس کے ساتھ کچھ احسان بھی کرے۔

عفو و درگزر کی فضیلت

صوفیاء کرام کے اخلاق کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیتے ہیں اور زیادتی و ظلم پر عفو و درگزر کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہوئے معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب میں نے جنت میں اونچے اونچے محلات دیکھے تو جبرئیلؑ سے فرمایا یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ہمراہ ایک محفل میں جلوہ افروز تھے کہ ایک آدمی آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا انہوں نے اس کا جواب تک نہ دیا' خاموش رہے۔ اس پر حضور ﷺ مسکراتے رہے' بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کی تردید کی' جس پر حضور ﷺ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ جب وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا تو آپ ﷺ اس وقت مسکرا رہے تھے' لیکن جب میں نے اس کی چند باتوں کی تردید کی تو آپ ﷺ ناراض ہو کر وہاں سے کیوں چلے آئے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم خاموش تھے اور وہ برابر گالیاں دیئے جا رہا تھا تو تمہارے ساتھ کا فرشتہ جواب دے رہا تھا اور جب تو نے اس کی بعض باتوں کی تردید کرنا شروع کی تو شیطان وہاں آ گیا تھا اور میں اس محفل میں نہیں بیٹھتا جہاں شیطان موجود ہو' اے ابوبکر تین چیزیں برحق ہیں:

۱۔ اگر مظلوم ظالم کو معاف کر دے تو اللہ تعالی مظلوم کی مدد فرماتا ہے۔

۲۔ اگر کوئی مال و دولت میں اللہ تعالی سے اضافہ طلب کرے تو اللہ تعالی اس کی قلت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

۳۔ اگر کوئی اللہ تعالی کی خوشنودی کی خاطر بخشش و انعام کا دروازہ کھول دے تو اللہ تعالی اس میں مزید اضافہ فرماتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ہرجائی نہ ہو جاؤ اور کہنے لگو کہ اگر لوگ احسان کریں تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ تم اپنے آپ کو اس چیز کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو اور اگر وہ ظلم کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فلاں آدمی کے پاس سے گزرتا ہوں تو وہ مجھے نہ کھانا کھلاتا ہے اور نہ ہی مہمان بناتا ہے اگر وہ میرے پاس سے گزرے تو میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اسے کھانا کھلاؤ۔

شیخ فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بھائیوں کی لغزشوں کو معاف کر دینا جواں مردی کی علامت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی کا بدلہ دے، بلکہ وہ ہے کہ اگر تم اس کے ساتھ تعلقات منقطع کرو تو وہ تمہارے ساتھ میل جول رکھے۔ شریفانہ اخلاق کی نشانی یہ ہے کہ تم اسے معاف کرو جو تم پر ظلم کرے اور جو تم سے قطع تعلق کر دے اس کے ساتھ میل جول رکھو اور جو تمہیں محروم کرے اس کے ساتھ بخشش کرو۔

خوش باش اور ہنس مکھ چہرے

صوفیاء کرام کے اخلاق کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوفی خلوت و تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر روتا ہے مگر وہ لوگوں کے سامنے شگفتہ رو اور خوش باش نظر آتا ہے۔ اس کے دل کی تجلیات کی وجہ سے اس کے چہرے پر مسرت کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا باطن

روحانی منازل طے کرتا ہے اور خدا کی طرف سے اس پر ایسے انعامات نازل ہوتے ہیں، جن سے اس کا قلب انوار الٰہیہ سے لبریز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اللہ کا فضل و رحمت ہے اس پر انہیں خوش ہونا چاہیئے۔ جب دل پر انوار الٰہی کا یہ سرور چھا جائے تو چہرہ پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○

کتنے ہی چہرے اس دن (نورِ ایمان) سے منور ہوں گے ○ ہشاش بشاش خوش و خرم (یہ نیکو کارلوگوں کی جماعت ہوگی) ○

(عبس، ۸۰: ۳۸-۳۹)

کہتے ہیں کہ وہ چہرے اس لئے روشن ہوں گے کہ وہ اللہ کی راہ میں بہت عرصے تک غبار آلودہ رہ چکے ہونگے۔ دل کے نور کا چہرے پر ایسا ہی عکس پڑتا ہے جیسا کہ چراغ سے شیشے اور چراغ داں روشن ہو جاتے ہیں۔ اس مثال میں چہرہ چراغ داں اور دل شیشہ ہے اور روح چراغ ہے، لہذا جب قلب روحانی انوار کی لذتوں سے لبریز ہو جاتا ہے تو پھر چہرے پر شگفتگی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ○

آپ ان کے چہروں پر آسودہ حالی کی شگفتگی پائیں گے ○

(المطففین، ۸۳: ۲۴)

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○

کتنے چہرے اس روز ترو تازہ ہوں گے ○ اپنے پروردگار کے دیدار میں محو ہونگے ○

(القیامۃ، ۷۵: ۲۲-۲۳)

یعنی جب نظریں خداوند قدوس کی طرف اٹھیں گی تو چہرے ترو تازہ ہوجائیں گے چونکہ صوفیا کے اربابِ مشاہدہ کی بصیرت کی نگاہیں نورِ مشاہدہ سے منور ہوچکی ہیں اوران کا آئینہ قلب یقل ہوکرحسنِ ازل کے نور سے منعکس ہوگیا ہے۔ اس لئے اگر صیقل شدہ آئینہ پر سورج کا عکس پڑے گا تو تمام دیواریں روشن ہوجائیں گی جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سِیْمَا هُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔	ان کی علامت ان کے چہروں پر نمایاں ہے جو سجدوں کا اثر ہے۔

(الفتح، ۲۹:۴۸)

لہذا جب چہرہ سایوں کے سجدوں سے جو جسمانی قالب ہیں' متاثر ہوسکتا ہےتو وہ مشاہدۂ جمال الٰہی سے کیوں متاثر نہیں ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم ڈول میں سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالو۔

صوفیاء کی اسی خصوصیت میں نرمی و سادگی' ملنساری اور بے تکلفی بھی ہے۔ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی کے کئی واقعات یہاں بیان کئے گئے ہیں اور صوفیاء کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں مزاح کرتا ہوں مگر حق بات کہتا ہوں۔

حضرت زاھر بن خرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روزانہ نئی چیز تحفے کے طور پر لاتے تھے۔ ایک دن وہ نہ آئے' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینے کے بازار میں اپنا سامان فروخت کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے اس کے پاس تشریف لے

گئے اور پیچھے سے ہاتھ ڈال کر بغل گیر ہو گئے' جب اس نے پیچھے کی جانب مڑ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ حضورﷺ کی ذات اقدس ہے' وہ قدموں میں گر گیا اور قدم بوسی کی۔ اس وقت حضورﷺ نے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے' اس نے عرض کی یا رسول اللہﷺ اس صورت میں آپ مجھے کھوٹا پائیں گے' آپ نے فرمایا مگر اللہ کے نزیک تم بہت نفع بخش ہو۔ اس کے بعد حضورﷺ نے فرمایا ہر شہری کا ایک بادیہ نشین ہوتا ہے' لہذا اہل محمدﷺ کا بادیہ نشین زاھر بن خرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضورﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہﷺ مجھے اونٹ پر سوار کرا دیجئے۔ آپﷺ نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہﷺ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے اونٹ پر سوار کرائیں' جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا اس پر حضورﷺ نے فرمایا اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم بھی کھاؤ' لہذا میں بھی شریک ہو گیا۔ آپﷺ نے فرمایا تم کھجور کھا رہے ہو' حالانکہ تمہاری آنکھیں درد کر رہی ہیں' میں نے عرض کی کہ میں دوسری طرف سے چبا لوں گا یہ سن کر آپﷺ ہنس پڑے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ حضورﷺ جب گھر میں ہوتے تو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا' آپﷺ سب لوگوں سے زیادہ نرم مزاج ہوتے

تھے' ہر وقت مسکراتے اور ہنستے رہتے تھے۔

ایک اور موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آگے نکل گئی' دوسری طرف کی دوڑ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلی دوڑ کا بدلہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حریرہ پکا کر لائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جلوہ افروز تھے۔ میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کھایئے' انہوں نے انکار کر دیا دوبارہ کہنے پر بھی انکار کیا' تیسری دفعہ میں نے کہا آپ کو کھانا پڑے گا' ورنہ میں آپ کے چہرہ پر حریرہ مل دوں گی۔ یہ کہہ کر میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرے پر مل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اشارہ کیا کہ وہ بھی حریرہ میرے چہرے پر مل دے چنانچہ انہوں نے بھی حریرہ میرے چہرے پر مل دیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے کے پاس سے گزرے اور آواز دی۔ اے عبداللہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید وہ اندر آئیں اس لئے فرمایا کہ دونوں کھڑی ہو کر اپنا منہ دھو لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس دن سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ڈرنے لگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا لحاظ رکھتے تھے۔

ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوڑ لگائی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے تو فرمانے لگے رب کعبہ کی قسم! میں تم سے آگے بڑھ گیا بعد ازاں دوبارہ مقابلہ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے تو فرمانے لگے کعبہ کے رب کی قسم !میں تم سے آگے بڑھ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم احرام کی حالت میں تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمانے لگے آؤ ہم دونوں پانی میں مقابلہ کریں تاکہ معلوم ہو کہ ہم میں سے کس کا سانس لمبا ہے۔

عبدالکریم فرماتے ہیں ہم محمد بن سیرینؒ کے پاس شاعری کا چرچا کرتے اور ان کے ساتھ مذاق کرتے تھے اور وہ بھی ہمارے ساتھ مذاق کرتے تھے، ہم ان کی مجلس سے ہنستے ہوئے نکلتے تھے، مگر جب ہم حسن بصریؒ کی محفل سے نکلتے تو ہماری آنکھیں اشک بار ہوتی تھیں۔

حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپس میں مذاق کرتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات خربوزے بھی ایک دوسرے پر پھینکتے تھے اور جس وقت حقائق کی باتیں ہوتیں تو مردِ میدان بن جاتے تھے۔

یہ اخبار و احادیث صوفیاء کرام کی نرم مزاجی اور خوش اخلاقی کو ثابت کرتی ہیں کہ وہ خانقاہوں میں ہنسی مذاق بھی کرتے تھے اور لوگوں کی طبیعتوں کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ بھی کرتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے، مگر جب خلوت میں ہوتے تو بہادر انسان کا موقف اختیار کرتے تھے اور اہم اعمال و افعال کا جامہ زیب تن کرتے تھے۔ اس طرح حدِ اعتدال میں ایک صوفی ہی رہ سکتا ہے، جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے، جو اس کے اخلاق و رجحانات سے بخوبی واقف ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی اس طرح نگہداشت کرتا ہے کہ نفس افراط وتفریط سے بچتے ہوئے راہِ اعتدال اختیار کرتا ہے۔

مبتدی مریدوں کے لئے بکثرت ایسے کام کرنا مناسب نہیں کیونکہ ان میں

علم کی کمی ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے نفس سے بخوبی واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کر جائیں' کیونکہ ایسے مواقع پر نفس بہت اچھل کود کرتا ہے' جس سے اس میں خرابی و سرکشی پیدا ہو جاتی ہے' اس لئے لوگوں کے مزاج کی موافقت کرنا صرف ان لوگوں کے لئے مناسب ہے جو روحانیت کے بلند مقام پر پہنچ گئے ہوں' ایسے مواقع پر جب وہ لوگوں کے مزاج کی موافقت کرنے کے لئے بلند مقام سے اترتے ہیں تو ان کا یہ نزول علم کے ساتھ ہوتا ہے' مگر جن کا روحانی حال صاف نہ ہو ان میں سرکش نفس اور اس کے ان طبعی رجحانات کے باقی ماندہ حصے کی آمیزش ہو جو برائیوں کی طرف آمادہ کرتے ہوں' وہ اگر عوام کی محفلوں میں شریک ہوں گے تو نفس برائیوں کی راہوں پر گامزن ہو جائے گا۔

ظرافت و مزاح میں اعتدال

حضرت سعد بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا ظرافت اور مزاح میں اعتدال رکھو' کیونکہ اس کے افراط سے رعب جاتا رہتا ہے' یوں بے وقوف افراد بھی تم پر دلیر ہو جائیں گے اور اگر اس کو بالکل ترک کر دیا جائے تو دوست ناراض ہو جاتے ہیں اور مصاحبوں کو وحشت ہونے لگتی ہے اور یوں بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے۔

جس طرح مزاح کے اعتدال کو قائم رکھنا مشکل ہے' اسی طرح ہنسی کے اعتدال کو بھی برقرار رکھنا مشکل و دشوار ہے۔ ہنسی انسانی خصوصیت ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ ہنسی عجیب و غریب چیز پر آتی ہے اور تعجب غور و فکر کا نتیجہ ہوتا ہے جو انسان کے لئے باعث شرافت اور اس کی ممتاز خصوصیت ہے' لہذا اس

کے اعتدال سے بخوبی واقف ہونا ان لوگوں کا کام ہے جو علم میں ثابت قدم ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ زیادہ ہنسی سے بچو کیونکہ یہ دل کو مردہ کرتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہنسی کی کثرت رعونت کی نشانی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ خود پسندی کے بغیر ہنسنے والے اور بلاوجہ چغل خوری کرنے والے سے نفرت کرتا ہے۔

ظرافت اور مزاح میں فرق

ظرافت اور لطیفہ گوئی اگر سنجیدگی کے ساتھ اختیار کی جائے تو اس سے غصہ نہیں آتا۔ مزاح یہ ہے کہ اگر اسے سنجیدگی کے لہجے میں بیان کیا جائے تو اس سے غصہ آ جائے۔ اسی وجہ سے امام اعظمؒ نے نماز میں قہقہہ لگانے کو گناہ قرار دیا ہے اور اس سے وضو کے باطل ہونے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ گناہ کسی چیز کے خارج ہونے کے قائم مقام ہے۔

مزاح اور ہنسی میں اعتدال اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جبکہ وہ خوف، تنگ دلی اور مصیبت کے تنگ مقام سے خارج ہو کر نمودار ہو کیونکہ خوشی و امید مزاح اور ہنسی پیدا کرتے ہیں اور خوف و انقباض ان کو معتدل رکھتے ہیں۔

www.MinhajBooks.com

باب:٦

سادگی اور بے تکلفی

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

سادگی اور بے تکلفی

صوفیاء کرام کے اخلاق کی ایک نمایاں خصوصیت سادگی اور بے تکلفی ہے۔ ان کے ہاں تکلف، تصنع اور بناوٹ لوگوں کی خاطر نفس پر بے جا دباؤ کا باعث تقدیر سے پوشیدہ نزاع اور تقسیم کرنے والے سے ناراضگی کا سبب اور انسان کے لئے مخلص کی راہ سے فرار کا ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں لوگوں کے سامنے لباس و گفتگو میں تکلف اور بہت زیادہ خوشامد لوگوں کا معمول بن گیا ہے۔ چند افراد کے علاوہ کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں۔ بعض افراد اس حد تک خوشامد کرتے ہیں کہ وہ سراسر منافقت بن جاتی ہے، جو صوفی کے حال کے بالکل برخلاف ہے۔

سادگی سنت صالحین ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ میں شریک ہوا جس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ دوست آئے تو آپ ان کے لئے روٹی اور سرکہ لے کر آئے اور کہنے لگے کھاؤ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سرکہ بہت عمدہ سالن ہے۔

حضرت سفیان بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں سلمان فارسیؓ کے پاس آیا تو

انہوں نے روٹی اور نمک نکال کر میرے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر حضورﷺ ہمیں اس بات سے منع نہ فرماتے کہ کوئی کسی کے ساتھ تکلف نہ کرے تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔

حضرت ابووائلؒ فرماتے ہیں میں اپنے دوست کے ساتھ حضرت سلمان فارسیؓ کی ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے ہمیں جو کی روٹی اور جو کا نمک پیش کیا۔ میرے دوست نے کہا اگر اس نمک میں پودینہ ہوتا تو یہ زیادہ خوشبودار ہو جاتا۔ یہ سن کر حضرت سلمان فارسیؓ گھر سے نکلے اور اپنا لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خریدا‘ جب ہم کھا چکے تو میرے دوست نے کہا خدا کا شکر ہے کہ کہ اس نے ہمیں اپنے رزق پر قانع رکھا۔ اس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا اگر تم اپنے رزق پر قانع ہوتے تو میرا لوٹا رہن نہ رکھا جاتا۔ اس واقعہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف سے قول و فعل دونوں میں بے تکلفی ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت یونسؑ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے بھائی ان کی ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے ان کے سامنے جو کی روٹی کا ٹکڑا پیش کیا اور وہ ساگ جس کی انہوں نے کاشت کر رکھی تھی‘ توڑ کر لائے‘ اس کے بعد انہوں نے فرمایا اگر خدا تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ کرتا تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی ملاقات کے لئے آئے تو جو کچھ موجود ہو‘ پیش کر دو اور جب تم کسی سے ملاقات کرو تو کچھ باقی نہ چھوڑو۔

حضرت زبیر بن العوامؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے ایک دن بارگاہ خداوندی میں عرض کی اے اللہ تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جو میری امت کے

مرُدوں کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور تکلف نہیں کرتے' کیونکہ میں اور میری امت کے نیک بندے تکلف سے بیزار ہیں۔

فحش کلامی علامتِ نفاق ہے

حضرت ابو امامہؓ کی روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا حیاء اور درماندگی کلامِ ایمان کی نشانی ہے اور فحش کلامی اور کثرتِ بیان نفاق کی علامت ہے۔ یہاں بیان سے مراد کثرتِ کلام' لوگوں کی بے جا خوشامد' بے جا تعریف اور اظہارِ فصاحت ہے' جو اہل حق کا شیوہ نہیں۔

قناعت باعث خودداری ہے

صوفیاء کرامؒ کی ایک اخلاقی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیا کی تھوڑی چیز پر قناعت کرتے ہیں' صوفی انصاف کے ذریعے اپنے نفس پر قابو پاتا ہے' نفس کے رجحانات اور قناعت کے فوائد سے آگاہ اور نفس کو قانع بنانے کا علم رکھتا ہے' کیونکہ اسے اس کے امراض و علاج معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں جو قناعت اختیار کرتا ہے وہ اپنے زمانے والوں سے آرام پاتا ہے اور اپنے ہاتھوں پر غالب رہتا ہے۔

شیخ بشر حافیؒ کا قول ہے اگر قناعت سے صرف خودداری قائم رہ سکے تو یہی چیز قناعت پسند کے لئے کافی ہے۔

بنات الحمالؒ کا قول ہے آزاد انسان اگر طمع اختیار کرے تو غلام ہے اور اگر قناعت اختیار کرے تو آزاد ہے۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے تم قناعت کے ذریعے اپنی حرص سے انتقام لو' جیسا کہ قصاص کے ذریعے اپنے دشمن سے انتقام لیتے ہو۔

حضرت ابوبکر مراغیؒ فرماتے ہیں ہوشمند وہ ہے جو دنیا کے کام قناعت و توقف کے ساتھ کرے اور آخرت کے کاموں کو حرص و عجلت کے ساتھ پورا کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے قناعت نہ اچٹنے والی تلوار ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً O ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے (النحل‘ ۱۶:۹۷)

حضرت وھب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ عزت و غنا دونوں اپنی جگہ سے نکل کر ایسے شخص کی تلاش میں پھرتی رہیں‘ جس کے پاس ہمیشہ رہ سکیں‘ راستے میں انہیں ایک قانع شخص مل گیا تو اسی کے پاس ٹھہر گئیں۔

قناعت سے تونگری کا حصول

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا : تھوڑی اور کافی چیز خدا سے غافل کرنے والی کثیر چیز سے بہتر ہے۔'' دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص اسلام لے آئے اور اس کا رزق اس کے لئے کافی ہے اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ کامیاب انسان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق صرف گزارہ کے لائق عطا کر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کتاب اللہ کے ظرف اور حکمت کے سرچشمے بن جاؤ اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو‘ اللہ سے روز بروز رزق طلب کرو اور اگر تمہیں زیادہ رزق نہ ملے تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت عبداللہ بن محضؒ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امن

کے ساتھ صبح گزارے، وہ تندرست رہے اور اس کے پاس اس دن کی روزی موجود ہو تو سمجھ لو کہ اس نے دنیا کا احاطہ کر لیا۔

محمد بن واسعؒ نمک یا سرکہ کے ساتھ روٹی کھاتے اور فرماتے کہ جو شخص دنیا میں ان چیزوں سے خوش ہے، وہ لوگوں کے سامنے ذلیل نہیں ہوگا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جو شخص اس زمانے میں جو کی روٹی پر قناعت نہ کرے، وہ ضرور ذلیل و خوار ہوگا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے مال جمع کرنے کی اجازت چاہی تو اسے فرمایا جو شخص مال جمع کرتا ہے وہ پانچ خصلتوں میں مبتلا ہوگا، یعنی طولِ امل، شدتِ حرص، بخل، آخرت سے فراموشی اور قلتِ پرہیز گاری۔

حضرت حامد لفافؒ فرماتے ہیں جو شخص قناعت سے تونگری حاصل کرنا چاہے وہ راہ راست پر ہے اور جو اس کو مال سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ راستے سے بھٹک گیا ہے۔

میں نے بہت سے بزرگوں شیخ الاسلام زکریاؒ، شیخ امین الدینؒ امام جامع الغمری، شیخ عبدالحلیم بن مصلحؒ، شیخ علی نبیتیؒ، شیخ علی الجیریؒ شیخ محمد بن عنانؒ شیخ محمد المنیرؒ شیخ محمد العدلؒ وغیرھم کو دیکھا ہے کہ یہ لوگ خشک روٹی کے ٹکڑے کر کے پانی میں ڈالتے اور اسی پر گزارہ کرتے تھے۔

شیخ تاج الدین ذاکرؒ فرماتے تھے قناعت اس کا نام نہیں کہ انسان کو بغیر تکلف کے جو چیز حاصل ہو، اسے کھا لے، بلکہ قناعت یہ ہے کہ مال کثیر اور کھانا ہونے کے باوجود پانچ دن یا تین دن میں تھوڑا سا کھائے۔

سید علی خواصؒ جب کھانا کھاتے تو نو لقموں سے زیادہ نہ تناول کرتے اور ساتھ فرماتے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ

حسب الادمی لقیمات یقمن صلبتہ۔

آدمی کے لئے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھا رکھیں۔

(سنن ابن ماجہ، ۲:۱۱۱، کتاب الاطعمۃ، رقم الحدیث:۳۳۴۹)

لقیمات

تین سے لے کر نو لقموں تک کے لئے آتا ہے لہذا اہل ایمان کے لئے نو لقمے ہی کافی ہیں۔اور اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ مگر جو لوگ محنت کے کام کرتے ہیں مثلاً کسان، کھیتی کاٹنے والے، ڈھال بنانے والے، ملاح وغیرہ ان کے لئے اتنی مقدار کافی نہیں ہے، بجز اس صورت کے کہ ان میں فرشتوں کی سی قوت ہو اور ان کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب ہو، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جبرئیلؑ نے قومِ لوط کی بستیاں اکھاڑ لی تھیں اور ان کو آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے تھے یہاں تک کہ آسمان والوں نے مرغوں اور کتوں کی آوازیں بھی سنیں، حالانکہ جبرئیلؑ نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ ہی پیتے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوسکتا۔

محسن کی شکرگزاری

صوفیاء کے اخلاق کی ایک نمایاں خصوصیت محسن کے احسانات کی شکرگزاری اور اس کے لئے دعاگوئی ہے۔ ان کے اندر اپنے پروردگار پر توکل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس طرح ان کی توحید بھی واضح ہے کہ ان کی نظریں اغیار کی طرف نہیں ہوتیں، بلکہ وہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ منعمِ حقیقی خدائے وحدہ لاشریک ہی کو

سمجھتے ہیں۔ تاہم حضورﷺ کی اتباع میں وہ انسان کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں، کیونکہ حضورﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت ابوبکر بن قحافہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی نے ہمیں اپنی محبت اور احسانات سے ممنون نہیں کیا۔

بکر بن عبداللہ المزنیؒ فرماتے ہیں جو شخص الحمدللہ کہتا ہے اس پر اس کا بھی شکر واجب ہو جاتا ہے۔

وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی بے شمار نعمتوں کا اقرار کرلے اور اعتراف کرلے کہ تو ان پر اللہ تعالی کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے تھے تیرا شکر کرنا یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کے انعامات پر نافرمانی نہ کرے کیونکہ تیرے تمام اعضاء بھی اللہ تعالی کے انعامات میں سے ہیں لہذا ان میں سے کسی کے ذریعے ان کی نافرمانی نہ کر۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ O پھر بلا شبہ تم سے اس دن جملہ نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔
(التکاثر، ۱۰۲:۸)

مجاہد اور مکحولؒ قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نعمتوں سے مراد ٹھنڈا پانی، گھروں میں سایہ، سیر شکمی، اعتدال خلق اور نیند کی لذت ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا فالودہ تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالی کی طرف سے ٹھنڈا میٹھا پانی ہمارے لئے اس سے بڑھ کر نعمت ہے۔

وھب بن منبہؒ ایک روز گونگے بہرے مصیبت زدہ شخص کے پاس سے گزرے تو ایک شخص نے آپ سے پوچھا کیا اس شخص پر کوئی انعام باقی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کھانے اور پینے کا آسانی کے ساتھ گلے میں اتر جانا اور آسانی سے خارج ہونا ان ظاہری نعمتوں سے بہتر ہے، جو گم ہوگئی ہیں۔

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں اگر لوگ چھوٹی مصیبت کا مقابلہ اس سے بڑی مصیبت کے ساتھ کریں تو بعض مصائب کو بھی عافیت سمجھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھا جاتا تو فرماتے شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے بھوک دی، بہت سے لوگ کھانے پر قادر ہوتے ہیں لیکن بیماری یا درد کی شدت کے باعث کھا نہیں سکتے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس سے جب کوئی کوتوالی آدمی کا گزرتا تو آپ سجدے مین گر پڑتے اور فرماتے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے پولیس کا سپاہی یا چنگی وصول کرنے والا نہیں بنایا پھر اپنے دوستوں کو فرماتے تمہارے پاس سے جب کوئی مصیبت میں مبتلا شخص گزرتا ہے، جسے اپنی مصیبت پر اجر ملے گا تو تم اللہ تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کرتے ہو، لیکن جب یہ ظالم جو اپنی مصیبت پر گنہگار ہوتے ہیں، تم پر گزرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالی سے عافیت نہیں مانگتے۔

زیان بن اسلمؒ فرماتے ہیں تورات میں آیا ہے کہ عافیت مخفی بادشاہت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے جس کے پاس بیوی، گھر، سواری اور خادم ہو، وہ بادشاہ ہے۔

حضرت جعفر بن سلیمانؓ قرآن کریم کی درج ذیل آیت

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًO (لقمان، ۳۱:۲۰)

اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ظاہری انعام اسلام، حسن صورت اور تمہارا رزق ہے اور باطنی انعام لوگوں سے تیرے عیوب و ذنوب کو مخفی رکھنا ہے۔

عون بن عبداللہؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے حُسنِ کرم کے

مطابق انعام دیا ہے اور ان سے ان کی حالت کے مطابق شکر چاہتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ قرآن کریم کی درج ذیل آیت

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌO بلاشبہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرگزار ہے۔ (العادیات ۱۰۰:۶)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان مصائب کو گنتا ہے اور انعامات کو فراموش کرتا ہے۔

عون بن عبداللہؒ بھی قرآن کریم کی آیت مبارکہ

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا O یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ (النحل ۱۶:۸۳)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں انعامات اللہ کی طرف سے آتے پھر اللہ تعالی سے غافل ہوکر غیروں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو ہمیں یہ نعمت نہ ملتی۔

بشر حافیؒ فرماتے ہیں جس شخص نے اللہ تعالی کا شکر دیگر اعضاء کے سوا صرف زبان سے ادا کیا اس کا شکر کم ہے کیونکہ آنکھ کا شکر یہ ہے کہ اگر اس سے اچھی چیز دیکھے تو اس کو یاد رکھے اور اگر بری چیز دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔ کان کا شکر یہ ہے کہ اگر نیک آواز سنے تو یاد رکھے‘ بری آواز سنے تو بھول جائے‘ ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ان سے دے یا لے‘ وہ حق ہو‘ پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اس کو علم اور حلم سے پر کرے‘ فرج کا شکر یہ ہے کہ اسے مباح جگہ پر استعمال کرے اور پاؤں کا شکر یہ ہے کہ ان سے نیک کام ہی کی طرف چل کر جائے۔ پس جس نے اس طرح کیا‘ وہی حقیقی شاکر ہے۔

باب: ۷

سخاوت

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

سخاوت

صوفیاء کرام کے اخلاق کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی پر یقین نہیں رکھتے‘ بلکہ جود وسخا‘ عطا و بخشش ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ کیونکہ صوفی کا تمام تر سرمایہ اللہ تعالی کے خزانے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل اور پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک دنیا ایک سرائے کی مانند ہے‘ جہاں وہ کوئی ذخیرہ نہیں رکھتا اور نہ زیادہ طلب کرتا ہے۔

ذات مصطفی ﷺ اور جود وسخا

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اگر تم اللہ پر ویسا ہی بھروسہ کرتے جیسا اس کے توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسا رزق دیتا جیسا کہ ان پرندوں کو رزق ملتا ہے‘ جو صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں اور شام کے وقت سیراب ہو کر آتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ سے کچھ طلب کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب نفی میں نہیں دیا۔ حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس کے (دینے کا) وعدہ فرماتے تھے۔

امام زہریؒ کے بھتیجے سے مروی ہے کہ جبرئیلؑ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہیں جن کے گھروں کا میں نے کھوج نہ لگایا ہو مگر میں نے رسول

اللہ ﷺ سے زیادہ مال کی بخشش کرنے والا نہیں دیکھا۔

ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ کل کے لئے ذخیرہ جمع نہیں کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے حضور ﷺ کو تین پرندے تحفے کے طور پر بھیجے گئے تو آپ ﷺ نے اپنے خادم کو ایک پرندہ دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ اسے لے کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ کل کے لئے کوئی چیز بچا کر نہ رکھو' کیونکہ اللہ تعالی ہر آنے والے دن کا رزق دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں اسی ہزار درہم لائے گئے۔ آپ نے ان سب کو ایک چادر پر پھیلا دیا اور جب تک ان سب کو تقسیم نہ فرما دیا اپنی جگہ سے نہیں اٹھے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کے شکم اطہر پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب دو فرشتے نہ پکار رہے ہوں' ان میں سے ایک فرشتہ یہ کہتا ہے اے اللہ تو سخاوت کرنے والے کو بدلہ عطا فرما' اور دوسرا یہ کہتا ہے اے اللہ تو بخیل کو ہلاک فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' حضور ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان کی وادی' جو بکریوں سے پر تھی عطا فرما دی۔ جب وہ اپنی قوم میں گیا تو اس نے کہا اے قوم کے لوگو! جاؤ تم سب مسلمان ہو جاؤ' کیونکہ محمد ﷺ اتنا زیادہ عطا فرماتے ہیں کہ آپ اپنی درویشی سے بھی نہیں ڈرتے۔

حبشہ کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں دو من کستوری تحفے میں بھیجی۔ آپ ﷺ نے اسے ایک بار ہی پانی میں گھول کر اپنے اور اپنے صحابہ کرام

کے اوپر مل دیا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

السخی قریب من اللہ، قریب من الجنۃ، قریب من الناس، بعید من النار، والبخیل بعید من اللہ، بعید من الجنۃ، بعید من الناس، قریب من النار۔

(ترمذی، ۲: ۱۸، کتاب البر وصلۃ باب ماجاء فی السخاء، رقم الحدیث: ۱۹۶۱)

سخی اللہ تعالیٰ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے اور لوگوں کے قریب ہے، جبکہ دوزخ سے دور ہے (اس کے برعکس) بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور لوگوں سے دور ہے، جبکہ جہنم کے قریب ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کوئی مہمان نہ آ جاتا۔ ایک مرتبہ تین روز گزر گئے کوئی مہمان نہ آیا۔ اتفاقاً کسی کافر کا آپ کے دروازے سے گزر ہوا، آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے عرض کی میں کافر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو میری مہمانی اور عزت افزائی کے لائق نہیں ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ سے باز پرس فرمائی اور فرمایا: اے ابراہیم جسے میں نے ستر سال تک پالا تم نے اسے ایک روٹی تک نہ دی۔ اب رسول اللہ ﷺ کا حال دیکھو کہ جب حاتم کا لڑکا حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر اس کے نیچے بچھائی اور فرمایا:

اذا اتکم کریم قوما فاکرموہ۔

(سنن ابن ماجۃ، ۲۷۲، کتاب الادب، رقم حدیث: ۳۷۱۲)

یعنی جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت والا آئے تو اس کا اکرام کرو۔

ابوسہل معلوکیؒ کے ہاں خیرات دینے کا طریقہ

حضرت ابوسہل معلوکیؒ کبھی خیرات کسی درویش کے ہاتھ پر نہیں رکھتے تھے اور جو چیز دینی ہوتی اسے کسی کے ہاتھ میں نہ دیتے، بلکہ زمین پر رکھ دیتے تھے تاکہ وہ اسے اٹھالے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا اس طرح روپے دینے میں وہ خطرہ نہیں رہتا جو کسی مسلمان کے ہاتھ میں دینے سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ میرا ہاتھ اونچا ہو اور اس مسلمان کا ہاتھ نیچا۔

سخاوت و مروت

صوفیاء کرام کے اخلاق میں سے ایک سخاوت و مروت بھی ہے۔ اسلاف کا اتفاق ہے کہ صوفیاء کے طریق پر سخاوت و مروت واجب ہے اور اس کا چھوڑنا منافقین کے اخلاق میں سے ہے اور جس میں سخاوت مروت نہیں اس میں بھلائی اور خیر میں سے کچھ نہیں، اگر وہ وہ بہت زیادہ عابد ہی کیوں نہ ہو۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں مروت اور اخلاق حمیدہ بہت کم ہو جائیں گے اور مرد مردوں کے باعث اور عورتیں عورتوں کے باعث ایک دوسرے سے مستغنی ہوں گے، جب یہ زمانہ پاؤ تو صبح و شام عذاب کا انتظار کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے جب مروت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا آدمی صبح و شام کا کھانا اپنے گھر کے صحن میں کھائے نہ کہ اندر گھس کر۔ حسن بن کسانؒ کے گھر کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو اندر آ کر کھانا کھائے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ سے مروت کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا

کہ وہ حق کا عرفان اور دوستوں سے نیک سلوک کرنا ہے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سفر میں مروت یہ ہے کہ آدمی دوستوں پر اپنا توشہ خرچ کر دے اور ان کی مخالفت نہ کرے اور ان کے ساتھ نزاع نہ کرے۔ بعض علماء کہتے ہیں تاجر کا اپنے دوست سے نفع لینا خلافِ مروت ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جس بات سے آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور خلق کے نزدیک معیوب سمجھا جائے' اس کے ترک کرنے کا نام مروت ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن عراقؒ سے مروت کی نسبت دریافت ہوا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مروت یہ ہے کہ انسان ایسا کوئی فعل نہ کرے جس کے اظہار سے دنیا اور آخرت میں شرمندہ ہو۔

اسلاف کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی کھانا پکانے کے لئے ہنڈیا مستعار لیتا تو اسے کھانے سے بھر کر واپس کرتا اور اکثر ہنڈیا کا مالک بھی مستعیر کو بھر کر دیتا اور کہتا کہ مجھے اپنے بھائی کو خالی ہنڈیا دینا برا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت اصمعیؒ سے مروت کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا مروت یہ ہے کہ دسترخوان بچھایا جائے اور زبان شیریں ہو اور مال خرچ کیا جائے اور عفت ایسی جس کو سب مانیں اور کسی کو ایذا نہ دی جائے۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ مروت کیا ہے؟ نفس کو کمینہ خصائل سے بچانا اور ہر اس بری حرکت سے بچانا' جس سے آدمی لوگوں میں معیوب سمجھا جائے اور تمام معاملات میں لوگوں سے انصاف کرنا جو شخص اس سے زیادہ کرے تو وہ اس کی سعادت ہے۔

احسان کا مفہوم اور فضیلت

احسان کا مادۂ اشتقاق حسن ہے یعنی لفظ احسان حسن سے بنا ہے۔ اس لئے احسان کا مطلب ہوگا ایسا عمل جس میں حُسن و جمال کی شان موجود ہو اور اس میں کسی قسم کی غلاظت، کراہت، بدصورتی، نامناسب حالت اور مذموم کیفیت کی آمیزش کا امکان تک نہ ہو۔ اس میں اول تا آخر حسن ہی حسن ہو اور وہ اس قدر ہو کہ اسے بارگاہِ حسن میں کسی تردد و ہچکچاہٹ کے بغیر پیش کیا جا سکے۔

حضور ﷺ سے جب جبرئیلؑ نے احسان کے بارے میں سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

(صحیح البخاری، ۱:۱۲، کتاب الایمان، رقم حدیث:۵۰)

تو اس طرح اللہ کی عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ مقام وصال نصیب نہ ہو تو یہ تصور کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین خصلتوں کے بغیر احسان پورا نہیں ہوسکتا۔ (۱) اس میں تعجیل کرنا، (۲) معطی کی نظر میں اس کا کم ہونا، (۳) اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔

احسان

۱۔ ایک شخص سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور عرض کی اے فرزند رسول ﷺ مجھ پر چار سو درہم کا قرض ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے چار سو درہم دے دیئے جائیں اور خود روتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے عرض کی اے فرزند رسول ﷺ رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ میں

نے اس شخص کے حال کی جستجو میں کوتاہی کی ہے' یہاں تک کہ میں نے اسے سوال کی ذلت میں ڈال دیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ایک قوم کی چراگاہ پر سے گزرے' وہاں ایک حبشی غلام کو دیکھا جو بکریوں کی رکھوالی کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک کتا آیا اور اس غلام کے آگے بیٹھ گیا۔ اس نے ایک روٹی نکال کر اس کتے کے آگے ڈال دی' اس کے بعد دوسری پھر تیسری' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے گئے اور اس سے فرمایا: اے غلام تیرا کھانا روزانہ کتنا ہوتا ہے؟ اس نے عرض کی اتنا ہی جتنا آپ نے دیکھا۔ فرمایا: تم نے وہ سب کتے کو کیوں کھلا دیا؟ اس نے کہا اس لئے کہ یہاں کتوں کی جگہ تو ہے نہیں یہ کہیں دور سے امید لے کر آیا ہے۔ میں نے اسے اچھا نہ جانا کہ اس کی محنت کو ضائع کر دوں۔ حضرت عبداللہؓ کو اس کی بات بہت اچھی لگی۔ انہوں نے اس غلام کو اور اس کی تمام بکریوں کو مع چراگاہ کے خرید لیا اور غلام کو آزاد کر کے فرمایا۔ یہ سب بکریاں اور چراگاہ تمہیں بخش دی۔ غلام نے ان کے لئے دعا کی اور بکریوں کو خیرات کر کے چراگاہ وقف کر دی اور خود وہاں سے چلا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ میرا دوست مجھے تین دفعہ ملے اور میں اسے کچھ نہ دوں۔ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں اگر تجھے دوست سے کچھ ضرورت ہو تو اس کے گھر جا' کیونکہ ضرورت کے پورا کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے احسان کرو خواہ ناشکرے پر ہو' کیونکہ وہ میزان میں شکر گزار کے احسان سے بھاری ہوگا۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں احسان کرنے والا کبھی نہیں گرتا اور اگر بالفرض گر جائے تو ذلیل نہیں ہوتا۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سود صرف اسی لئے حرام کیا ہے کہ لوگ احسان سے نہ رکیں۔

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں آج کل نیکی اور احسان برائی کی سیڑھی بن گیا ہے حتیٰ کہ لوگ کہتے ہیں اس شخص کی شرارت سے بچو جس پر احسان کیا ہے۔ نیز فرماتے برا احسان یہ ہے کہ سائل کو تیرے پاس سوال کی ضرورت ہو اور وہ تجھ سے شرم کھائے' اس صورت میں تیرا احسان اس کی شرمندگی کی مکافات نہ کرے گا۔ مناسب یہ ہے کہ تم خود اپنے دوست کے حالات کی تفتیش کر کے اس کی ضرورت پوری کر دو اور اس کو سوال کی نوبت نہ آئے۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں احسان اٹھ گیا اور تجارت باقی رہ گئی' لوگ اپنے دوست کو کوئی چیز اس لئے دیتے ہیں کہ وہ انہیں اس کا بدلہ دے۔

حضرت وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں جو شخص تحفہ دینے والے کو بدلہ دے اس کا شمار کم تو لنے والوں میں ہو گا۔

حضرت مہلب بن ابی صفرہؒ اپنی اولاد سے فرماتے جب تم کسی فقیر کو صبح و شام دروازے پر دیکھو تو سمجھ لو محتاج ہے' پس اس کو دو تا کہ اس کو سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے' کیونکہ اس کا صبح و شام کا پھیرا ہی اس کے سوال کے لئے کافی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنے دوست کی غیر حاضری میں اس کے گھر جاتے اور اگر کھجوروں کی بھری ٹوکری پاتے تو خود بھی کھاتے اور لوگوں میں بھی تقسیم کرتے' پھر جب ان کا دوست آتا اور اس کو خبر ہوتی تو بہت خوش ہوتا۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کی ایک خچر دہلیز میں بندھی رہتی تھی' جب کسی کو

سواری کی ضرورت ہوتی تو اس کو کھولتا اور بلا اجازت اس پر سوار ہو جاتا۔

حضرت مسلم بن زیادؒ ایک دعوت ولیمہ میں مدعو ہوئے لیکن آپ کو دیر ہو گئی۔ جب آپ گئے تو صاحب ولیمہ نے دیکھ کر کہا آپ نے دیر کر دی' لوگ کھا کر چلے گئے اور اب کچھ باقی نہیں رہا۔ حضرت مسلمؒ نے جواب دیا پیالوں میں شاید کچھ لگا ہو' میں وہی صاف کر لوں گا۔ صاحبِ خانہ نے کہا وہ بھی دھو چکے ہیں۔ آپ نے کہا شاید روٹی کا کوئی ٹکڑا پڑا ہوا ہو۔ مالک نے کہا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا اور اس وقت ایک لقمہ بھی نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے مسلم بن زیادؒ اس پر ہنسے اور واپس چلے آئے۔ لوگوں نے کہا آپ اس بات سے رنجیدہ کیوں نہیں ہوئے اور ہم آپ کو ہنستا دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے ہم کو نیک نیتی سے بلایا تھا اور اب اس نے نیک نیتی سے واپس کر دیا پس اس پر رنجیدگی کیوں ہو۔

ایک جماعت حضرت سفیان ثوریؒ کے گھر گئی آپ گھر پر موجود نہ تھے' انہوں نے کھانا اٹھایا اور کھانے لگے اور حضرت سفیان ثوریؒ کی صالحیت کی باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں آپ آ گئے اور انہیں دیکھ کر رونے لگے۔ انہوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں کیوں نہ روؤں' تم میری باتیں سلف صالحین کے اخلاق و احوال جیسی کرتے ہو' حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔

حضرت جعفر بن محمدؓ فرماتے ہیں برا دوست وہ ہے جس کا دوست اس کی غیر حاضری میں اتنی جرأت نہ کر سکے کہ اس کی روپوں کی تھیلی کھول کر اس میں سے اپنی حاجت کی مقدار بلا اجازت لے لے۔

حضرت حامد لفافؒ فرماتے تھے بخدا اس میں گمان نہ تھا کہ ہم اس زمانے میں پیدا ہوں گے کہ دوست جب کسی دوست کو کچھ دے گا تو اس کے دل میں اپنی قدر بٹھا لے گا اگر دوست تیری محبت کا اظہار کرے تو تو اس کی تصدیق میں جلدی نہ

کر' کیونکہ آج کل کے دوست بہت جلد پلٹ جاتے ہیں بلکہ جب کوئی شخص تجھ سے تقرب کرے تو تو اس سے محتاط اور خائف رہ۔

حضرت مطرف بن عبداللہؒ فرماتے تھے اگر کسی کو مجھ سے کچھ ضرورت ہو تو وہ کاغذ پر لکھ کر بھیج دے۔ اس لئے کہ میں مسلمان کے چہرے پر سوال کی ذلت کو نہیں دیکھ سکتا' سوال بخشش سے بڑھ کر ہے خواہ بخشش بہت ہی زیادہ ہو۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے نیکی یہ ہے کہ اگر دوست نے تجھ سے کچھ لیا ہے تو تو اس کا احسان مند ہو' کیونکہ اگر وہ نہ لیتا تو تجھے ثواب نہ ملتا' نیز اس نے تجھ سے سوال کیا اور اس کو تیرے سوا کسی سے بھلائی کی امید نہ تھی۔

محمد بن واسعؒ جب کسی سے کوئی حاجت چاہتے تو فرماتے ہم نے اس کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اگر اللہ نے تیرے ذریعے پورا کر دیا تو ہم اللہ کی حمد کریں گے اور تیرا شکریہ ادا کریں گے اور اگر تیرے ذریعے پورا نہ ہوا تو ہم اللہ کی حمد کریں گے اور تجھے معذور سمجھیں گے۔

حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے تھے اگر تجھے کسی کے پاس کوئی حاجت ہو تو ہدیہ کو اپنا قاصد بناؤ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ضرورت کے پورا کرنے کی چابی ہدیہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہر اندر آنے والے پر ایک رعب ہوتا ہے پس تم اسے مرحبا کہتے ہوئے ملو اور سلام کی ابتداء کرو۔

حدیث پاک میں ہے کہ اپنی حاجتوں کو ایسے شخص کے پاس مت بیان کرو جو ان کو پورا کرنے کی خواہش نہ کرے۔

حضرت ربیع بن خیثمؒ کسی شخص کو روٹی کا ٹکڑا یا کوئی ٹوٹی ہوئی چیز نہ دیتے

تھے اور نہ کوئی مستعمل کپڑا دیتے تھے اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ میرا اعمال نامہ اللہ تعالی کے حضور پیش ہو اور اس میں ردی اشیاء ہوں جو میں نے اس کی راہ میں دی ہوں۔

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں جب میں کسی آدمی سے کوئی بات سنتا ہوں اگرچہ وہ مجھے پہلے سے معلوم ہو اور بارہا اس کو سنا ہو' تاہم خوب کان لگا کر توجہ سے سنتا ہوں گویا اب اس سے سن رہا ہوں اور پہلے کبھی سنی ہی نہیں اس خیال سے کہ اگر پہلے اس کو بتا دوں گا تو وہ شرمندہ ہو گا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جب کسی ضرورت کا سوال ہوتا تو فی الفور پورا کر دیتے اور فرماتے مجھے ڈر ہے کہ میں اس میں دیر کروں تو میرا دوست اس سے مستغنی ہو جائے اور مجھ سے ثواب جاتا رہے۔

www.MinhajBooks.com

باب:۸

مدارات

www.MinhajBooks.com

اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کی اخلاقی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر انہیں مخلوق کی طرف سے کوئی تکلیف یا اذیت پہنچے تو اس کا انتقام نہیں لیتے' بلکہ تحمل و مدارات کے ساتھ اس کو بخوشی برداشت کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تورات میں حضور ﷺ کی مدح یوں بیان فرماتے ہیں کہ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول اور میرے منتخب بندے ہیں۔ نہ بدمزاج بدخو ہیں' نہ بازاروں میں شور کرنے والے آپ ﷺ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف فرماتے اور درگزر کرتے ہیں۔'' آپ ﷺ کے ساتھ اگر کسی نے بدسلوکی کی تو آپ نے کبھی انتقام نہیں لیا بجز اس کے کہ کسی نے حدود اللہ کی بے حرمتی کی ہو اور آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے کسی کو نہیں مارا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی کو مارنا پڑے۔ آپ ﷺ نے کسی کھانے کی برائی نہیں کی جو مل جاتا کھا لیتے اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی خادم کو جھڑکا۔ تحمل و مدارات آپ ﷺ کی طبیعت کا ایک اہم خاصہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت کی مگر آپ ﷺ نے اف تک نہیں کہا۔ جب کبھی مجھ سے کوئی کام آپ ﷺ کی مرضی کے خلاف ہو گیا تو آپ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور جب کبھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے مجھے ملامت بھی کی تو آپ ﷺ نے

انہیں فرمایا اس کو چھوڑ دو جو کچھ ہوا قضا و قدرت (تقدیر الٰہی) سے ہوا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کسی صحابی کو یہودیوں کے درمیان مقتول پایا تو ان پر سختی و زیادتی نہ کی بلکہ اپنی طرف سے سو اونٹوں کی دیت ادا کی حالانکہ جنگی طاقت کے فروغ کے لئے صحابہ کرام کو اونٹوں کی اشد ضرورت تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ رہتا ہو اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہو' ان لوگوں سے بہتر ہے جو لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھتے ہوں۔ مزید فرمایا کیا تم میں سے کوئی ابو ضمضم رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہو سکتا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابو ضمضم رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ روزانہ صبح کے وقت بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے تھے اے خدا میں نے آج اپنی آبرو اس پر قربان کر دی جو مجھ پر ظلم کرے' اگر کوئی مجھے مارے تو میں اسے نہیں ماروں گا' جو مجھے گالی دے تو میں اسے گالی نہیں دوں گا اور جو مجھ پر ظلم کرے تو میں اس پر ظلم نہیں کروں گا۔ مزید فرمایا بدترین انسان وہ ہے جس کو لوگ اس کی فحش کلامی کے ڈر سے چھوڑ دیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے ایک اعرابی نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کو جنگ حنین میں اس طرح زحمت پہنچی کہ میرے پاؤں میں بھاری جوتیاں تھیں جن سے آپ کا پاؤں مبارک دب گیا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا وہ آپ ﷺ نے مجھے رسید کیا اور فرماتے تم نے مجھے بہت تکلیف دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں رات بھر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا کہ میں نے آپ ﷺ کو تکلیف دی۔ جس طرح میں نے رات گزاری خدا خوب جانتا ہے صبح ہوتے ہی ایک آدمی آیا اور کہنے لگا تجھ کو حضور ﷺ نے یاد فرمایا ہے۔ ڈرتا ہوا بارگاہ رحمۃ للعالمین میں پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا تم ہی ہو جس نے اپنے جوتے سے میرا پاؤں دبا کر

مجھے تکلیف دی اور میں نے تجھے کوڑا رسید کیا تھا؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا یہ ۸۰ بھیڑیں ہیں' انہیں اس کے بدلے لے جاؤ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جہاں کہیں تم رہو اللہ سے ڈرو اور برائی کا بدلہ نیکی سے دو' وہ نیکی اس برائی کا خاتمہ کر دے گی اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔

حسنِ مدارات سے نفس کی حدّتِ طیش کا ازالہ

انسان کے اندر ایک نفس ہے جس کو نفسِ امّارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف کیا جائے تو اسے ناپسند کرتا ہے اور اس وقت اس میں غیض و غضب کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے صبر و تحمل سے حسن مدارات کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے ہیں' یوں نفس امارہ پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ یوں احسن مدارات سے نفس کی حدت' طیش اور نفرت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے جو غصے کو ایسی حالت میں ضبط کرے جبکہ وہ اس کو نافذ کرسکتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سب لوگوں کے سامنے بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہو' پسند کرو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جسے نرم روئی عطا کی گئی ہو' سمجھ لو اسے بھلائی مل گئی اور جسے نرم مزاجی سے کوئی حصہ نہ ملے وہ بھلائی سے محروم ہو گیا۔

زاہد کی علامت

بلخ کے ایک نوجوان نے شیخ ابو یزید بسطامیؒ سے پوچھا زاہد کی تعریف کیا

ہے تو آپ نے فرمایا ''ہمیں جو کچھ ملتا ہے کھا لیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو صبر کر لیتے ہیں'' اس پر اس بلخ نوجوان نے عرض کی ہمارے ہاں بلخ کے کتے بھی ایسا کرتے ہیں۔ اس پر شیخ ابو یزید بسطامیؒ نے اس سے زاہد کی تعریف پوچھی تو اس نے عرض کیا۔ ''جب ہمیں نہیں ملتا تو ہم شکر کرتے ہیں اور جب ہمیں ملتا ہے تو ایثار کرتے ہیں۔''

شیخ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں فراخ دل زاہد کی تین نشانیاں ہیں:

۱۔ جمع کی ہوئی چیز کو خرچ کرنا

۲۔ گم شدہ چیز کو تلاش نہ کرنا

۳۔ اپنی خوراک دوسروں کو دینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ نضیر میں انصار سے فرمایا اگر تم چاہو تو اپنے مال اور گھروں میں مہاجرین کو شریک کر لو اور مالِ غنیمت میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور اگر چاہو تو تمہارا مال اور تمہارے گھر تمہارے پاس رہیں مگر مال غنیمت میں سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا' اس پر انصار نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم انہیں مال اور گھروں میں شریک کریں گے' اس کے علاوہ مالِ غنیمت کا بھی ان کے حق میں ایثار کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کے پاس پیغام بھیج کر دریافت کرایا۔ ان سب نے کہلا بھیجا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبرِ برحق بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارے ہاں پانی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے ہاں ایسی کوئی چیز نہیں جو آج رات تمہیں کھلا سکیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ

ہوئے اور فرمایا۔

’’تم میں سے کون ہے جو آج رات اس کو مہمان رکھے‘ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ اس پر ایک انصاری اس کو لے کر اپنے گھر چلے آئے‘ اپنی بیوی سے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے اس کی خوب خاطر تواضع کرو۔ بیوی نے عرض کی ہمارے ہاں بچوں کی خوراک کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے بیوی سے فرمایا بچوں کو بہلا کر سلا دو تاکہ وہ کچھ کھائے پیئے بغیر ہی سو جائیں اس کے بعد چراغ جلا دو‘ مہمان کھانا کھانے لگے تو چراغ درست کرنے کے بہانے بجھا دینا‘ ہم دونوں اس مہمان کے پاس بیٹھ کر خالی منہ چلاتے رہیں گے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کا پیٹ بھر جائے۔ اس کی بیوی یہ سن کر کھڑی ہوگئی‘ بچوں کو بہلاتی رہی یہاں تک کہ وہ سو گئے‘ اس کے بعد اس نے ثرید بنایا‘ مہمان کے سامنے رکھا اور خود میاں بیوی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جب مہمان نے کھانا شروع کیا تو وہ چراغ درست کرنے کے بہانے کھڑی ہوئیں اور اسے بجھا دیا۔ وہ دونوں مہمان کے ساتھ بغیر کھائے خالی منہ چلاتے رہے۔ مہمان تصور کرتا رہا کہ وہ دونوں اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ آخرکار مہمان کا پیٹ بھر گیا‘ یوں ان دونوں نے بھوکے رہ کر رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو وہ حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے‘ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے فلاں مرد اور عورت کو آج رات بہت پسند فرمایا‘ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی‘ وہ ایثار کرتے ہیں خواہ انہیں کتنی ہی تنگی و محتاجی ہو۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک صحابی کو بکری کی بھنی ہوئی سری تحفہ میں بھیجی گئی‘ وہ بہت تنگ حال تھے تاہم انہوں نے یہ تحفہ اپنے پڑوسی کو پیش کر دیا‘ اس

طرح یہ تحفہ سات آدمیوں میں گردش کرتا رہا بالآخر پہلے آدمی کے پاس واپس آ گیا اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

حضرت حذیفہ الصدوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جنگ یرموک میں اپنے چچیرے بھائی کی تلاش میں نکلا کہ اگر اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی ہوئی تو پانی پلا دوں گا' کیونکہ میرے پاس کچھ پانی موجود تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو پوچھا کہ تمہیں پانی پلاؤں؟ اس نے اشارے سے کہا ہاں۔ اتنے میں قریب کے آدمی کے منہ سے آہ نکلی' وہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ بھائی نے فرمایا کہ پانی اس کو پلاؤ۔ جب میں ان کے پاس آیا عرض کی پانی پلاؤں' ان الفاظ کو سن کر دوسرے ہشام نامی شخص نے آہ بھری تو انہوں نے کہا یہ پانی اسے پلاؤ جب میں پانی لے کر اس کے پاس گیا تو وہ خالق حقیقی سے مل چکے تھے۔ اب میں ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ بھی اس دنیا سے کوچ فرما چکے تھے۔ بالآخر میں اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

دوست کی مصیبت پر خوشی عداوت کی علامت

حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوست کی مصیبت پر خوش ہونا عداوت کی علامت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "تو دوست کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو عافیت دے دے گا اور تجھ کو پکڑ لے گا۔"

محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت کریمانہ تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کے پاس بیٹھتے' نہایت نرمی کے ساتھ ان سے گفتگو کرتے اور انہیں قسم دیتے کہ وہ آپ کے پاس

کھانا کھائیں ۔کسی نے عرض کیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا ان کی عداوت کی آگ کو بجھانے کی خاطر ایسا کرتا ہوں۔

محمد بن کرامؒ اپنے بیٹے سے فرماتے ''اے بیٹا تو اہل زمانہ کے ساتھ زندگی بسر کر' مگر ان کی اقتداء نہ کر' پھر فرمایا زندگی زندوں کے ساتھ بری نہیں' بشرطیکہ مردوں کی اقتداء ہو۔ نیز فرماتے تم کسی کا عمل دیکھے بغیر اس کے ساتھ دشمنی نہ کرو' اگر اس کے اعمال اچھے ہیں تو اللہ اس کو تمہارے حوالے نہیں کرے گا اور اگر بدکردار ہے تو اس کے گناہ ہی اس کے لئے کافی ہیں۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ہزار آدمیوں کی دوستی کو ایک آدمی کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لوگوں کی عداوت سے بچو۔ مزید فرمایا میں دوست کی خواہش کی مخالفت نہیں کرتا اس خوف سے کہ وہ میرے قتل کی کوشش کرے گا اگر قتل میں سعی نہ کر سکا تو میرے عیب لوگوں پر ظاہر کرنے کی کوشش کرے گا۔

محمد بن مقاتلؒ فرماتے ہیں جس شخص پر تو احسان کرے اس کی برائی سے ڈر اور جن باتوں سے اپنے آپ کو معذور خیال کرتا ہے' ان میں اپنے بھائی کو بھی معذور سمجھو' نیز فرمایا:

و تعذر نفسک لما اُساء ت   و غیر بالعذر لا تعذر

و تبصر فی العین منه القذی   فی عینک الجذع لا تبصر

(ترجمہ) تجھے سے جو برائی ہوتی ہے اس کے لئے اپنے آپ کو معذور جانتا ہے اور دوسرے کو عذر ہوتے ہوئے بھی معذور نہیں سمجھتا ۔ تو دوسرے کی آنکھ

میں تنکا دیکھتا ہے اور تیری اپنی آنکھ میں جو خرابی ہے اس کو نہیں دیکھتا۔

جو شخص لوگوں کی عداوت کو حقیر جانے تو یہ اس کے نقصِ عقل کی دلیل ہے۔ کہتے ہیں اگر کامل آدمی عوام میں پھنس جائے تو وہ اس پر بہتان و جھوٹ کے الزامات عائد کرتے ہیں' تاکہ اس کا دل مکدر ہو جائے' چنانچہ وہ ربانی اور شیطانی خیالات میں فرق نہیں کرسکتا۔

www.MinhajBooks.com

باب ۹

تحمل اور بُردباری

www.MinhajBooks.com

تحمل اور بُردباری

کسی کی زیادتی پر ضبط اور اس کی غلطی سے چشم پوشی کرنے کا نام تحمل و بردباری ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اخلاق کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اگر اللہ کے ان بندوں کے ساتھ کوئی عداوت رکھنے اور لڑائی جھگڑے پر اتر آتے آئے تو حلم و بردباری کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے ہیں، تا آنکہ اس کا فتنہ سرد ہو جاتا ہے اور اپنے کیئے پر شرمسار ہو کر ان کے قدموں میں آ گرتا ہے، معافی مانگتا ہے اور بالآخر وہ ان کا دوست بن جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ○
(السجدہ، ۴۱:۳۴)

(آپ حسبِ معمول لوگوں کی سختی اور برائی کو اپنے) نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے تو (آپ دیکھیں گے کہ) جس شخص میں اور آپ میں دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ ایک ولی دوست ○

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے دلوں میں کینہ اور نفوس میں جھگڑے کا وجود نہیں ہوتا، اگر نفس میں کینہ کا وجود ہو تو یہ باطنی کشمکش کے مترادف ہے، جب باطنی

کشمکش دور ہو جائے تو ظاہری نزاع بھی دور ہو جاتا ہے۔

شیخ ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے قلوب میں کینہ کیسے باقی رہ سکتا ہے، جو ہر وقت یادِ الٰہی میں مست ذکرِ خداوندی کے ترانے الاپتے ہیں۔ یوں ان کے دل دل نفسانی وسوسوں اور طبیعتوں کی تاریکیوں سے پاک و صاف نورِ یقین سے منور طریقت کی شرائط بجا لاتے اور تحقیق کے ساتھ کامیاب ہوتے ہیں نیز فرمایا دنیا کے لوگ دو قسم کے ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جو خدا کے طالب ہیں، خود کو اور دوسروں کو راہ حق کی دعوت دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے خلاف ایک صوفی کے دل میں کسی قسم کا کینہ اور رنجش نہیں، کیونکہ یہ لوگ اس کے ساتھ ایک ہی راہ اور سمت پر گامزن ہیں بلکہ اس کے بھائی اور مددگار ہیں۔ یہ سب مومن ہیں جو دیواروں کی طرح ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

۲۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو جاہ و مال، عزت وشہرت، حسن و جمال اور نمود و نمائش کے پجاری ہیں۔ لہذا ایک صوفی کا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں، کیونکہ ان لوگوں کو جو چیز پسند و محبوب ہے، اس سے اس نے کنارہ کشی کر رکھی ہے، بلکہ وہ اس قسم کے لوگوں کو رحم و شفقت کی نظروں سے دیکھتا ہے، کیونکہ ان پر پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ فریب خوردہ ہیں، لہذا وہ ان کے ساتھ نہ کینہ رکھتا ہے اور نہ ظاہراً ان کے ساتھ جھگڑتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے، لڑنے جھگڑنے سے نفسِ امّارہ جو انسان کا دشمن ہے، غالب آ جاتا ہے۔

ایک اور روایت میں ارشاد گرامی ہے ''جو جھگڑے کو ایسی حالت میں ترک کر دے کہ وہ باطل پر ہو تو اس کے لئے جنت کے کنارے میں ایک گھر بنایا جائے گا اور جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کرے، اس کے لئے جنت کے درمیان میں

ایک گھر تعمیر کیا جائے گا اور جو خوش اخلاق ہو گا' اس کے لئے جنت کے بلند مقام پر ایک مکان بنایا جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو اس کے لئے علم حاصل کرے گا کہ علماء کے سامنے اس پر فخر کر سکے یا اس کے ذریعے بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا کرے یا مقصد یہ ہو کہ معزز اشخاص کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا کرنا جہنم میں داخلے کا باعث ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قہر و غلبہ حاصل کرنے کے سلسلے میں نفسانیت کا اظہار کرتے ہیں اور قہر و غلبہ انسان میں شیطانی صفات کا ایک حصہ ہے۔

جو کوئی بحث و جدال میں مصروف ہوتا ہے وہ کسی چیز کو نہیں مانتا اور نہ مطمئن ہوتا ہے' اس لئے وہ کبھی قناعت اختیار نہیں کر سکتا' چونکہ صوفی کی کایا پلٹ جاتی ہے' اس لئے اس میں شیطانیت اور درندگی کے اوصاف باقی نہیں رہتے' بلکہ اس میں حلم و بردباری اور قناعت پسندی پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل و زبان درست نہ ہو اور وہ اس وقت تک مومن نہیں سمجھا جا سکتا' جب تک اس کا پڑوسی اس کے خطرات سے محفوظ نہ ہو۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے ایک بکری کی ٹانگ توڑ دی' پوچھنے پر اس نے کہا قصداً اس کی ٹانگ توڑی ہے' تاکہ آپ غیض و غضب میں مبتلا ہو کر مجھے ماریں اور گنہگار بنیں۔ اس پر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارے بھڑکانے سے ناراض نہیں ہوں گا' اس پر آپ نے غلام کو آزاد کر دیا۔

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

مومن، مومن کا آئینہ ہے:

صوفیاء کرام کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ضبطِ نفس اور دلجمعی کو برقرار رکھیں اور پراگندہ دلی کو دور کریں۔ اس سلسلے میں صوفیاء کرام کا آپس میں روحانی اتحاد ہوتا ہے، کیونکہ وہ سب خدائی رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں۔ تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کے لئے ایک دوسرے سے خانقاہوں میں رابطہ کرتے ہیں۔ ان کے درمیان الفت و محبت اور خیر خواہی بہت ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن آپس میں ایک دوسرے سے محبت و الفت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جن میں الفت و محبت نہ ہو ان میں کوئی بھلائی نہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روحیں ایک لشکر کی مانند ہیں جو ایک جگہ جمع ہو گئی ہیں جن مین تعارف پیدا ہو جائے وہ ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتی ہیں اور جن میں ناموافقت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے سے الگ رہتی ہیں۔"

لہذا یہ لوگ جب جمع ہو جاتے ہیں تو ان کے قلب و باطن بھی یکساں ہو جاتے ہیں اس طرح ان کے نفوس مقید ہو جاتے ہین اور وہ ایک دوسرے کی نگرانی کرتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔" چنانچہ جب کبھی ان میں تفرقہ نمودار ہوتا ہے تو وہ اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ جدائی نفسانی خواہش کا نتیجہ ہوتی ہے جب کسی درویش کی طرف سے نفسانیت نمودار ہونے لگے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ جمعیت قلبی کے دائرے سے نکل گیا ہے، اس لئے وہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ اس نے

وقت ضائع کیا، ضبط نفس اور حسن اخلاق کو چھوڑ دیا ہے لہذا منافرت کے ساتھ اسے جمعیت کے دائرے میں کھینچ کر لایا جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے کسی نیک اور صالح بندے کا نفس غصے یا جھگڑے کے ساتھ کسی بھائی سے پیش آئے تو اس بھائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے نفس کا مقابلہ اپنے قلب سے کرے، جب نفس کا قلب کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے تو اس کی برائی کا مادہ زائل ہو جاتا ہے۔ مگر جب نفس کا نفس کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے تو فتنہ بھڑک اٹھتا ہے اور عصمت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "اے اللہ تو مجھے ان لوگوں میں شامل کر جو اچھا کام کر کے خوش ہوتے ہیں اور جب برا کام ان سے سرزد ہو جائے تو استغفار کرتے ہیں۔"

یوں استغفار ظاہری طور پر بھائیوں کے ساتھ ہوگی اور باطن میں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا۔ اللہ کے نیک بندے استغفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں پر رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا، لوگوں کو معاف کرو تمہیں بھی معاف کیا جائے گا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان بھائی سے معافی مانگی اور اس نے قبول نہ کی تو اس کو حوض کوثر پر آنے سے محروم کر دیا جائے گا۔" یہ بھی مسنون ہے کہ معافی مانگنے کے بعد بھائیوں کی خدمت میں کچھ پیش کیا جائے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو ایک غزوہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنی قوم کے ان گھروں کو چھوڑ دوں جہاں بیٹھ کر میں نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کا تہائی حصہ تمہارے لئے کافی ہے۔''

نوجوانوں کو خدمت پر مامور کرنا

شیخ ابو عمرو الزجاجیؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس کچھ عرصہ مقیم رہا۔ جب کبھی انہوں نے مجھے دیکھا تو میں کسی نہ کسی عبادت میں مشغول ہوتا۔ اس عرصے میں آپ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ ایک دن آپ کا گھر لوگوں سے خالی تھا' میں نے کپڑے اتار کر اس مقام کو جھاڑو دے کر صاف کیا' وہاں چھڑکاؤ کیا اور پاک مقام کو دھویا۔ اتنے میں شیخ جنیدؒ واپس آئے۔ آپ نے مجھ پر گرد و غبار کے آثار دیکھے تو میرے لئے دعا فرمائی اور میرا خیر مقدم کیا اور فرمایا تم نے بہت اچھا کام کیا۔ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔ اس لئے مشائخ نوجوانوں کو خدمت پر مامور کرتے ہیں' تاکہ بیکاری سے بچے رہیں اور نہ صرف روحانی مراتب سے بہرہ ور ہوں' بلکہ خدمت بھی کریں۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے لئے اذان دینے کا کام مقرر فرمایا۔ بنو ہاشم کے لئے پانی پلانے اور بنو عبدالدار کے لئے دربانی کے فرائض متعین فرمائے۔

اس طرح مشائخ دُرویشوں کی خدمت کے لئے تقسیم کار کرتے تھے اور اسی کو خدمت کی ہر قسم سے معذور سمجھا جاتا تھا' جو ہر وقت ذکر و اذکار میں مشغول ہو جائے۔ کبھی قلب و جسم کے ساتھ اور کبھی صرف قلبی طور پر مشغول رہے اور کمی بیشی سے بالکل غافل ہو جائے' کیونکہ درویش کا مشغلہ ہے کہ وہ وقت کے صحیح حقوق ادا

کرے۔ اس طرح وہ فرصت اور صحت کی نعمت کا شکر ادا کرے، مگر بیکاری کی صورت میں فرصت اور صحت دونوں کی ناشکری ہوتی ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مومن کی مثال اصطبل کے گھوڑے جیسی ہے، وہ اصطبل ہی میں گھومتا ہے اور وہیں لوٹ کر واپس آ جاتا ہے، اسی طرح مومن بھی غلطی کرتا ہے، مگر آخرکار ایمان کے مرکز کی طرف واپس آ جاتا ہے۔ اس لئے اپنا کھانا پرہیزگاروں اور نیک مومنوں کو کھلاؤ۔''

شیطانی حملے اور صوفیاء کا ردعمل

شیطان لعین انسان پر مختلف شکلوں میں حملہ کرتا ہے اور انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے ان میں سے ایک غصہ ہے۔ شیطان نے حضرت یحییٰؑ سے عرض کی کہ میرا سب سے بڑا مکر غصہ ہے جس کے سبب میں لوگوں کو قید کرتا ہوں اور جنت کے راستے سے روکتا ہوں۔

فضیل بن عیاضؒ سے جب کہا جاتا کہ فلاں شخص آپ کی بدگوئی کرتا ہے تو فرماتے بخدا میں اس کے فعل سے ابلیس کو ناراض کروں گا، پھر فرماتے اے اللہ اگر وہ سچا ہے تو مجھے معاف کر دے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس درگزر فرما۔

ایک آدمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے کہا تو بلی کا چور ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اے اللہ مجھے اور میرے اس بھائی کو معاف فرما دے۔ پھر فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ جو تم پر ظلم کرے اس کے لئے استغفار کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ظالم کے ظلم پر صبر کرنے کا پہلا بدلہ یہ ہے کہ تمام لوگ مظلوم کے مددگار رہوتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا تم ہی ہو جس کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جلاوطن کر دیا گیا تھا؟ اگر تم نیک ہوتے تو تمہیں جلاوطن نہ کرتے۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے دوست میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے اگر اس سے بچ گیا تو تیرا برا کہنا مجھے کچھ نقصان نہ دے گا اور اگر نہ بچا تو جو تو کہتا ہے میں اس سے بھی برا ہوں۔

ایک عورت نے مالک بن دینارؒ سے کہا اے ریا کار تو آپ نے فرمایا اے فلانی تو نے میرا وہ لقب معلوم کر لیا' جسے اہل بصرہ نہیں جانتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ فرماتے تھے جو کوئی ایک برا کلمہ برداشت کرتا ہے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم کوئی برا کلمہ سنو تو اس سے اعراض کرو' جواب نہ دو' کیونکہ اس کے کہنے والے کے پاس اور بھی ایسے کلمات ہیں جو تمہیں جواب میں کہے گا۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں وہ شخص بردبار نہیں جو اپنا غصہ بلی یا کتے پر نکالے' نیز فرمایا بے وقوف آدمی کو اس کی بات کا جواب نہ دینا یا اس کے کہنے پر کسی اثر کا اظہار نہ کرنا سخت برا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب کوئی گالی دیتا تو فرماتے اے بھائی اگر تو اپنے قول میں سچا ہے تو اللہ تجھے تیری سچائی کا بدلہ دے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ سے سخت بدلہ لینے والا ہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ آپ ناراض نہ ہوئے' بلکہ پوچھا کہ یہ کس نے مقدر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے' آپ نے فرمایا تو تم مجھے تقدیر الٰہی کا لوٹانے والے خیال کرتے ہو۔

ابن مقنعؒ فرماتے ہیں غصے کو پی جانا عذر کرنے کی ذلت سے بہتر ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے حزن و غضب میں فرق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حزن تجھ سے کسی بڑے آدمی کا تیری آرزو کے خلاف ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور غضب کمزور آدمی کا تیری آرزو کے مخالفت کرنے سے۔

ایک شخص نے بکر بن عبداللہ المزنیؒ کو بہت سی گالیاں دیں، آپ خاموش رہے۔ کسی نے آپ سے کہا آپ اسے کیوں گالیاں نہیں دیتے۔ فرمایا میں اس کی کوئی برائی نہیں جانتا، جس کی وجہ سے میں اسے برا کہہ سکوں اور بہتان لگانا میرے لئے جائز نہیں۔

ایک آدمی نے ثور بن یزیدؒ سے کہا اے قدری، اے رافضی، آپ نے اس سے کہا اگر میں ایسا ہی ہوں، جیسا تم نے کہا تو میں برا آدمی ہوں اور اگر ایسا آدمی نہیں ہوں تو تجھے میری طرف سے معافی ہے۔

مکحول دمشقیؒ فرماتے ہیں انسان کا حلم اس پر جاہلوں کے مسلط ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔

باب ۱۰

مسلمان کی عزت و تعظیم

www.MinhajBooks.com

مسلمان کی عزت و تعظیم

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات عطا کرتا ہے، جس کی روح سے تمام مسلمان باہم برابر ہیں، کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر بعض، بعض سے افضل اور بارگاہ خداوندی میں محبوب اور قابلِ احترام ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اپنے سے کمتر اور حقیر نہ جانے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا مسلمان بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر بڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ دوست کی عزت کی جائے، وہ کعبہ کی طرف دیکھتے تو فرماتے بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تجھے عزت و شرف اور مقام و مرتبہ عطا کیا ہے مگر مومن کی عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بڑھ کر ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حاتمؒ نے اپنے دوست سے فرمایا اے دوست اپنے آپ میں غور کر کہ کیا تو مسلمان علماء وصلحاء کی عزت و تعظیم کرتا ہے یا کہ ان کی تحقیر و بے عزتی کے باعث فاسق و فاجر ہو گیا ہے۔ اگر تم اپنے آپ میں یہ نقص پاتے ہو تو اس رب ذوالجلال کی بارگاہ میں سربسجود ہو جاؤ اور مغفرت طلب کرو، جو تمام جہانوں

کا پروردگار اور دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن اللہ کی نظر میں بعض فرشتوں سے بھی زیادہ قابلِ احترام ہے۔

حضرت سعید بن عامرؒ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی مسلمان کو ایسی صفت کے ساتھ موصوف کرتا' ہے جو اس میں نہیں ہوتی تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ایک دن کسی ناواقف شخص نے آپ کو اوگنجے کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا اے دوست تجھے فرشتوں کی لعنت کی ضرورت نہ تھی۔

بکر بن عبداللہؒ کا قول

حضرت بکر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں اگر تم اپنے سے کسی بڑے کو دیکھو تو اس کی اس لئے عزت و تعظیم کرو کہ اس نے ایمان لانے اور اعمالِ صالح میں تم سے سبقت کی اور اگر تم اپنے سے کسی چھوٹے کو دیکھو تو اس کی بھی عزت و تعظیم کرو کیونکہ تم نے گناہوں میں اس سے سبقت کی اور اگر لوگ تیری عزت و تعظیم کریں تو سمجھو یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے اور اگر تمہاری اہانت کریں تو سمجھو کہ یہ تمہارے کسی گناہ کا باعث ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ کا فرمان

یحییٰ بن معاذؒ نے ایک آدمی کے متعلق سنا کہ وہ مال و دولت کا آرزومند ہے' آپ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ مال و دولت سے کیا کرے گا؟ اس نے عرض کی محتاجوں' مفلسوں میں تقسیم کروں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تم ان کا بوجھ خدا پر ہی رہنے دو' ورنہ جب ان کا بوجھ تم پر پڑے گا تو وہ تمہارے دل پر بھاری لگیں گے اور تم انہیں برا جاننے لگو گے۔ مزید فرمایا مسلمان بھائی کی تعظیم کرنا یہ ہے کہ اگر

دوسرے شہر میں اس کا کوئی ماتم ہو جائے تو اس کی تعزیت کے لئے سفر کیا جائے۔ جس طرح حضرت ابو معاویہؒ نے علی بن فیصلؒ کی تعزیت کے لئے شام سے مکتہ المکرّمہ کا سفر کیا تھا۔ اس سفر سے ان کا مقصود حج و عمرہ نہیں تھا۔

والدین کی خدمت نفلی عبادت سے بہتر

محمد بن مکندرؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ رات کے وقت بارگاہِ خداوندی میں دست بستہ کھڑے ہو جاتے اور نوافل پڑھتے رہتے۔ یوں عبادت میں پوری رات بیت جاتی، لیکن جب ان کی والدہ انہیں پاؤں دبانے کو کہتیں تو پوری رات ماں کی خدمت میں پاؤں دباتے ہوئے بسر کر لیتے' ان کے نزدیک ماں کی خدمت رات کی عبادت نوافلہ میں مشغول ہونے سے بہتر ہے۔

حضرت کہمش بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں ماں کی خدمت کیا کرتا تھا' یہاں تک کہ ان کا پاخانہ بھی اٹھاتا تھا۔ ایک دن سلیمان بن علیؒ نے روپوں سے بھری ایک تھیلی بھیجی کہ اس سے اپنی والدہ کی خدمت کے لئے خادم کو خرید لو' میں نے یہ کہہ کر تھیلی واپس کر دی کہ میری ماں نے بچپن میں میری خدمت کسی اور سے کرانا پسند نہیں فرمائی' اس لئے میں بھی اپنی ماں کی خدمت دوسرے کے سپرد کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت موروق عجلیؒ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ وہ اپنی ماں کا سر خود دیکھتے تھے' کسی اور کو نہیں دیکھنے دیتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ قرآن کریم کی آیت

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّO تو انہیں ''اف'' بھی نہ کہنا۔

(الاسراء ۱۷:۲۳)

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر والدین بوڑھے ہو جائیں یا چل پھر نہ سکتے ہوں اور بچہ ان کے پاخانہ وغیرہ کے اٹھانے کا متکفل ہو' جیسا کہ وہ اس کے بچپن میں کفیل رہے تو ان کو اف نہ کہے اور نہ ان کو جھڑکے اور نہ اس کی بدبو سے ناک پکڑے' جس طرح وہ اپنے ناک نہیں پکڑا کرتے تھے۔ اگر کسی نے والدین میں سے کسی ایک کو بلند آواز کے ساتھ پکارا یا تکلیف دہ اشیاء کو ہٹانا مقصود نہ تھا اور ان کے آگے آگے چلا تو اس نے ان کے ادب و تعظیم کا لحاظ نہ رکھا اور بے ادبی کا مرتکب ہوا۔

یحییٰ بن معاذؒ کا قول

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں وہ قوم نہایت ہی بری ہے جس میں مالدار مسلمانوں کی عزت و تعظیم کی جائے اور غریب و تنگدست کو ذلیل و حقیر جانا جائے۔

خوش مزاج اور شیریں زبان ہمسایہ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یہ شانِ امتیاز ہے کہ وہ انسان وحیوان' چرند و پرند چھوٹے و بڑے سب پر شفقت و احسان فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کے قریب رہنے میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے پڑوس والا مکان خریدنے پر اس مکان سے زیادہ دام خرچ کر دیتے ہیں' جو ان کے اپنے رشتہ داروں کے پڑوس میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر گھر کا ہمسایہ کشادہ رو' خوش مزاج اور شیریں زبان ہو تو گھر کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

ابو عبداللہ انطا کیؒ کا قول

حضرت ابو عبداللہ انطا کیؒ فرماتے ہیں جب تمہیں معلوم ہو جائے لوگ

تمہیں دیکھ کر تمہاری آبرو میں دست اندازی کریں گے' تو نماز کے اوقات کے سوا جو ان کے لئے باعث رحمت ہیں' ان کے ساتھ ملاقات نہ کرو۔

گنہگاروں پر شفقت

حضرت عبداللہ مغاربیؒ فرماتے ہیں جو شخص گنہگار کو بنظرِ رحمت نہ دیکھے وہ صوفیاء کے طریق سے خارج ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی گنہگار کو دیکھتے تو اس کی بخشش کے لئے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھاتے اور اس کے لئے رحمت کی امید رکھتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو لوگوں کی نجات و شفاعت کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے' جبکہ شیطان لعین کو لوگوں کی ہلاکت' تباہی و بربادی اور ان کی برائی پر خوش ہونے کے لئے بھیجا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت معروف کرخیؒ کا ایک ایسی جماعت پر سے گزر ہوا جو دریائے دجلہ میں کشتی پر سوار تھی اور انہوں نے اپنے پاس شراب رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ سے کہا آپ ان نافرمانوں کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا اے اللہ جس طرح تو نے ان کو دنیا میں خوش کیا ہے اسی طرح ان کو آخرت میں بھی خوش رکھ۔ لوگوں نے عرض کی ہم نے آپ سے بددعا کی گزارش کی تھی اور آپ نے ان کے حق میں دعا کی۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ میں کسی مسلمان کے لئے بددعا کروں بیشک اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو اسی وقت خوش کرے گا جب دنیا میں توبہ کی توفیق دے کر انہیں معاف کر دے گا۔ یہ آپ کے حسن معاملہ کی دلیل ہے' منقول ہے کہ وہ جماعت بعد ازاں تائب ہوگئی تھی۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ کی عادت تھی کہ جو کوئی آپ کو ستاتا اس کے حق میں

کبھی بددعا نہ کرتے تھے' بلکہ فرماتے تھے اس کے لئے اپنے ظلم کا بوجھ ہی کافی ہے۔

دوسروں کی مصیبت پر رنج و ملال

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اے اللہ مجھے وہ شخص بتا جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ مجھے وہ شخص سب سے زیادہ پیارا ہے جو کسی مومن کو کانٹا چبھنے کی خبر پا کر اس طرح غمگین ہو گویا خود اسی کو چبھا ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی مسلمان کو تکلیف دہ امر پیش آتا تو آپ کو بہت ملال ہوتا۔ یہاں تک کہ اس رنج و ملال میں خود بیمار ہو جاتے۔

ابدال کی علامت

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ابدال کی علامت و نشانی یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں پر نہایت ہی رحمت و شفقت فرماتے ہیں۔

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ یہ دعا کرتا ہے اے اللہ امت محمدیہ پر رحمت کی بارش نازل فرما' اے اللہ امت محمدیہ کی اصلاح فرما' اے اللہ امت محمدیہ کو کشائش دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ابدال میں لکھ دیتا ہے۔

www.MinhajBooks.com